

میں، عشق اور وہ[®]



جدید نفیات، لیڈر شپ اور صوفی رنگوں کا امتزاج
میں، عشق اور وہ

لازوں کامیابی کے صوفیانہ راز

قیصر عباس

بیٹ سینگ کتاب شabaش! تم کر سکتے ہوئے کے مصنف



کاپی رائٹس/2016 قصہ عباس

تمام حقوق محفوظ

اس کتاب کے کسی بھی حصے کو تجارتی مقاصد کے لئے فوٹو کاپی کرنے، یا کسی بھی اور طریقے سے مارکیٹ میں شائع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ ایسا کرنا غیر قانونی ہو گا۔

اجازت حاصل کرنے کے لئے لکھئے info@possibilities.net.pk

”میں، عشق اور وہ“ لازوال کامیابی کے صوفیانہ راز / قصہ عباس

پہلا ایڈیشن

ہماری کتابیں عام طور پر تعلیمی اور کاروباری ادارے سیل پرموشن یا ٹریننگ پروگراموں میں استعمال کرتے ہیں۔ بہت سے ادارے یہ کتابیں اپنی میجنٹ ٹیم، سٹاف اور سیلز فورس کو تخفیٰ یا انعام کے طور پر بھی پیش کرتے ہیں۔

ہماری کتابیں زیادہ تعداد میں خرید کر مستحق بچوں کی زندگی بد لئے کے لئے رابطہ کیجئے۔

Possibilities Publications®

G-134، ماڈل ٹاؤن، لاہور پاکستان

PH: +92 42 35917122, +92 42 35917233

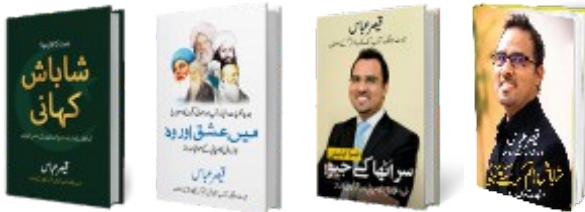
Cell: +92 300 8082966

info@possibilities.net.pk

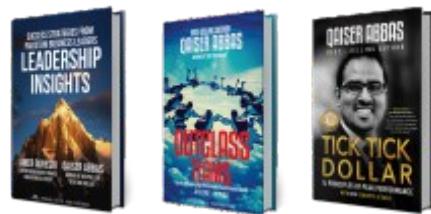
www.possibilities.net.pk

قیصر عباس کی کتابیں

اُردو زبان میں:



انگریزی زبان میں:



میرے باپ جیسے بھائی انتظار حسین

اور

ماں جیسی، ہن امید بخاری

کے نام

آسے آسے عمر گزاری جھلے خار ہزاراں
مالی باغ نہیں ویکھن دیندا آئیاں جدوں بہاراں
میاں محمد بخش: لیڈر شپ گرو

کارٹون	متین حمزه
ایڈواائزر	ڈاکٹر کامران فضل
میڈیا سپورٹ	شذیلہ علی
ٹائپنگ	مسعود میاں
سپرویشن	ناصر طارق
ڈیزائنگ	معاذ زیری
ٹائپل	احسن چوہدری
ایڈینگ	سیدہ کنزہ اثر
مشاورت	خُرم محمود
پرموشن	امبرین سپراء

فہرست

صوفیوں کا سفر

12

فوک میوزک سے فوک وزڈم تک

19

پہلا پڑاؤ: اپنی پہچان

26	راہ چھن میرے نال.....	-1
30	خزانے کی تلاش.....	-2
34	پہچان کی چابی.....	-3
38	جا گوجا گو!.....	-4
43	کامیابی کافار مولا.....	-5

دوسرا پڑاؤ: مشن کی تلاش

49	مشن امپوسیل.....	-6
53	مقصد سے عشق.....	-7
60	گلن.....	-8
64	عشق کا امتحان.....	-9
67	میری کہانی.....	-10

تیسرا پڑاؤ: خدا سے ربط

71	خدا کی تلاش.....	-11
76	تعمیر نو.....	-12

80.....	توکل	-13
83.....	سازش!	-14
86.....	فلرٹ	-15
چوتھا پڑاوا: مخلوق سے رشتہ		
91.....	رشتوں کی سائنس	-16
99.....	رس بھری باتیں	-17
104.....	ٹیم ورک	-18
110.....	ایکشن ری پلے	-19
113.....	لیڈر شپ ایک رشتہ	-20
پانچواں پڑاوا: جیت کی تیاری		
120.....	اک آگ کا دریا ہے	-21
127.....	ڈسپلن	-22
132.....	ٹائم میجنٹ	-23
136.....	پرموشن کا جن	-24
140.....	مرشدہ ہی کوچ ہے	-25
145.....	ناقابل تعلیم	-26
چھٹا پڑاوا: لیڈر شپ کا سفر		
149.....	پرسنل برینڈنگ	-27
154.....	لیڈر شپ چلیخ	-28
159.....	مس فٹ لیڈر	-29
162.....	ٹینٹ میجنٹ	-30
168.....	لیڈر شپ کائنچ	-31
177.....	لامم لائسٹ	-32

ساتواں پڑاؤ: لازوال کامیابی کی بنیاد

184	کلاک ماسٹر.....	-33
189	لازوال ادارے.....	-34
194	چینچ میخجنٹ.....	-35
197	مارکیٹ کی نفیسیات.....	-36
200	کشمکش روں.....	-37

آٹھواں پڑاؤ: جگ تے رئے کہانی

204	پرم کا دھاگہ.....	-38
209	کھل کے کھلیو.....	-39
212	آپ کس کی ٹیم میں ہیں؟.....	-40
215	خوشیوں کا تسلسل.....	-41
219	خدا کے سپرد.....	-42

صوفیوں کا تعارف

224

مصنف کا تعارف

226

پرائیویٹ کو چنگ

232

شکریہ

233

صوفیوں کا سفر



صوفیوں کا سفر

اٹ کھڑکے دُکڑ وچے تتا ہووے چُلا
آن فقیر تے کھا کھا جاوں راضی ہووے بُجا
بلھے شاہ: مینجنٹ گرو

نومبر 2007ء کی یہ ایک خوب صورت صحیح تھی۔ خوشنگوار سرداری نکھری نکھری دھوپ اور چولستانی فارم ہاؤس کا وسیع و عریض سربراہ شاداب لان۔ جھیل کے کنارے اپنی ٹیم کے ساتھ ناشستہ کی میز پر بیٹھے ہوئے میں ان سے اپنا گیم پلان شیئر کر رہا تھا۔ سبھی کی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔ پوری ٹیم پر جوش تھی اور ہوتی بھی کیوں نہ۔ آج ایک خواب پورا ہونے والا تھا۔ چند سال پہلے جو ہم نے مل کے سوچا تھا وہ ہمیں اپنی آنکھوں کے سامنے ہوتا ہوا نظر آ رہا تھا۔

آج ہم پاکستان کی ٹریننگ کی دنیا میں ایک نئی تاریخ لکھنے جا رہے ہیں۔ کسی فائیو سٹار ہوٹل کی بجائے چولستان کے طرز تعمیر پر بننے اس عالیشان فارم ہاؤس میں پاکستان کے بڑے بڑے اداروں اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے سربراہ، سی ای اوز اور ڈائریکٹر ز آج ہماری لیڈر شپ ٹریننگ میں شرکت کے لیے آ رہے ہیں۔ شہر آفاق مصنف اور پیشتر اختر مونزا، جو چولستان ریزارت کے مالک بھی ہیں، خوب صورت پگڑی اور شیر و انی میں ملبوس ایک لاکھ سائز مسکراہت لیے شرکاء کا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ اختر مونزا کی ٹیم نے فارم ہاؤس کو دھن کی طرح سجا یا ہوا تھا۔ لیکن یہ سجادوں ذرا ہٹ کے تھی۔ ہر چیز سے ہمارا اپنا ٹکر، رہن سہن اور ثقافت جھلک رہی تھی۔ بیک گروڈ میں بابا مجھے شاہ کی شاعری پہنچی صوفی میوزک دلوں کو پچھوڑ رہا تھا۔

ٹریننگ ہال میں کہیں بھی کوئی کار پوریٹ، ٹچ نہیں تھا۔ یوں لگ رہا تھا۔ جیسے کسی صوفی کی بیٹھک ہو، جیسے کسی گاؤں کا چوپال ہو یا کسی فقیر کا ڈیرہ۔

بڑے بڑے عالیشان دفتروں میں رہنے والے اسی اوز کے لیے اس کمرے میں ایک کرسی تک نہ تھی۔ ان سب کو زمین پہ بیٹھنا تھا۔

”میں نے آج تک اس قسم کی انوکھی ٹریننگ نہیں دیکھی“، اختر مونزا کے لجھ میں حیرت اور تھوڑی سی فکرمندی بھی تھی۔

ان کا خیال صحیح تھا۔ لیڈر شپ کی یہ ٹریننگ واقعی بڑی مختلف تھی۔ اس ٹریننگ کے ڈیزائن میں کہیں بھی کوئی ہارورڈ بنس سکول کی کیس سٹڈی، یا مشہور لیڈر شپ گروز کے ماؤل یا تھیوری استعمال نہیں ہوئی تھی۔ ہم باہر کی بجائے اندر کے ریفرنس پر بھروسہ کرنے کی ٹھان چکے تھے۔ اسی لیے اس ٹریننگ کو ہم نے ایک اچھوتا اور انوکھا نام دیا تھا ”لیڈنگ و دفعہ“، یعنی کامیابی، خوشحالی، ترقی، گرو تھ اور لازوال ادارے بنانے کے اصولوں کو ہم اپنی ثقافت، ٹکر، مذہب اور تہذیب میں پیوستہ اصولوں کی روشنی میں سیکھنے جا رہے تھے۔

یہ ٹریننگ اس بڑے بیانے پر ہم پہلی بار کر رہے تھے۔ اس سے پہلے بھی ہم اپنی ریسرچ سے بنس

لیڈرزو بیک وقت خوش اور حیران کرچکے تھے۔ بلکہ ہماری کمپنی Possibilities کے قیام کے بعد نومبر 2005 میں جو سب سے پہلی ٹریننگ ہم نے کوہ نور انز جی کی لیڈر شپ ٹیم کے لیے ڈیزائن کی تھی وہ ”لیڈنگ و فوک ورڈم“ ہی تھی۔ تاہم دوسال میں ہماری تحقیق اور کلانٹس دونوں میں نمایاں اضافہ ہو چکا تھا۔

اس پروگرام میں ہم پیٹر ڈرکر، جیک ولیش، ٹام پیٹر، جم کالنز، کینتھ بلپھر ڈ، رام چرن، ڈیل کارنیگی اور سٹیفن کوئے کے لیڈر شپ اور میجنمنٹ سائل کی طرف آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھیں گے۔ ہم اپنے اندر وہی وسائل پہ بھروسہ کریں گے۔ آج ہم اپنے بنس لیڈرزو کو اپنے میجنمنٹ گروز سے ملوائیں گے۔ ان سے اپنے لاکھ سطر تجھست کا تعارف کروائیں گے۔ اپنے کلچر میں بکھری ہوئی ذہانت، عقل و فکر کو یہیں گے۔ اپنے لیڈر شپ مفکریں کی بتائیں گے اور ان سے سیکھیں گے۔ ان سے سیکھیں گے جن کی بتائیں نسل درسل، سینہ بہ سینہ، صد یوں سے زندگیاں سنوار رہی ہیں۔ ہم نے ”اندر“ کی آوازوں پہ کان و ہرنا بند کر کے ”باہر“ کی آوازوں کو پچھلے زیادہ ہی اہمیت دینا شروع کر دی ہے۔ لیکن سات سال کی تحقیق کے بعد میں آج پوری دنیا کے سی ای او از اور بنس لیڈرزو یہ بتانے کے لیے تیار تھا کہ ہمارے کلچر، ثقافت اور لٹریچر میں اتنی جان ہے کہ وہ مغرب کی لیڈر شپ اور میجنمنٹ کی ساری تھیوریوں، تکنیکوں اور اصولوں پہ بھاری ہے۔

اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ ہم باہر کی دنیا سے کنارہ کشی کر لیں، مغرب کی ترقی سے منہ موڑ لیں۔ کسی اور سر زمین پہ جنم لینے والی ریسرچ اور علم سے قطع تعلق ہو جائیں۔ دوسرے مفکریں اور محققین کے کام کو عزت کی نگاہ سے نہ دیکھیں یا کسی اور کے کام کو حقیر، چھوٹا اور گھٹیا سمجھیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ تھا کہ اپنے لیڈر شپ اور میجنمنٹ کے مسائل کا حل اندھا دھنڈ باہر تلاش کرنے کی بجائے پہلے یہ پرکھ لیں کہ ہمارے اپنے پاس وسائل کے کیا کیا نہزادے چھپے پڑے ہیں۔ دوسروں سے مستعار یہ ہوئے اصولوں اور قاعدوں کو زبردستی اپنے اداروں اور لوگوں پر ٹھونسنے سے پہلے یہ تو دیکھ لیں کہ ہمارے لوگوں کی نفسیات اور اداروں کے کلچر کے حساب سے یہ

موزوں ہیں بھی یا نہیں۔ کہیں کچھ اس سے بہتر، پہلے سے تو ہمارے پاس موجود نہیں؟ جسے سمجھنا اور اپلاں کرنا ہمارے لیے زیادہ آسان ہے۔ جس کے لیے پہلے سے ہمارے اداروں اور لوگوں کے دلوں میں ایک نرم گوشہ موجود ہے۔

کیوں نہ اپنے لوگوں کو ہم ان لوگوں کے افکار سے کامیاب ہونا سکھائیں جو لوگ ان کے دلوں میں رہتے ہیں۔ جو اپنے ہیں۔ جو جانے پہچانے ہیں۔ جن کی ان کے دلوں میں عزت ہے۔ جن کے نام سے ان کی آنکھیں احترام سے بھک جاتی ہیں۔ جو بے لوث ہیں اور سب سے بڑھ کے ان کے علم، ذہانت اور عقول کی جڑیں اس سرز میں سے پھوٹتی ہیں جسے خدا نے علم کا شہر قرار دیا ہے۔

میرا مقصد ہماری ثقافتی، روحانی اور صوفیانہ ذہانت، علم اور اصولوں کو اسی سادگی سے آپ تک پہنچانا ہے جس سادگی سے ہمارے اپنے مینجمنٹ گرو سال ہا سال انھیں آپ تک پہنچاتے رہے ہیں۔

ہماری اس ”فوك وزڈم“ کے گرو آخر ہیں کون؟ آئیے میں آپ کی ملاقات ایک ایک کر کے ان سے کرواتا ہوں۔

بaba فرید ^۱ مینجمنٹ گرو
بaba بھے شاہ ^۲ لیڈر شپ گرو
میاں محمد بخش ^۳ ریلیشن شپ گرو
وارث شاہ ^۴ لائف سٹریچسٹ
سلطان باہو ^۵ مینورنگ سپیشلیٹ / لاٹ کوچ
شاہ حسین ^۶ سکسیس کوچ

سائیکالو جی، مینجمنٹ اور لیڈر شپ پر جو کچھ یہ بابے جانتے ہیں شائد ہی کوئی اور جانتا ہے۔ جہاں ان کی عقل پہنچتی ہے، میں نے کم از کم کسی مینجمنٹ اور لیڈر شپ گروکی سوچ کو وہاں پہنچتے نہیں دیکھا۔ جو گہرائی ان کے خیالات میں ہے، مینجمنٹ اور لیڈر شپ پر دنیا بھر میں موجود لظر پچھے میں کہیں نظر نہیں آتی۔ انسانی نفسيات کی جو سمجھا نہیں ہے، فرانسیس سے لے کے مسلوب تک کسی کو نہیں۔ رشتہوں کو سنوارنے، نجاح نے اور قائم رکھنے کے جو سہری اصول ان کے قلم سے نکلے ہیں جو کسی رپشن شپ گروکی وہاں تک جانے کی مجال نہیں ہے۔ لوگوں کو سمجھنے، پرکھنے اور پہچاننے کی جو کسوٹی ان بابوں نے طے کی ہے کسی ہی مون ریسورس کے ماہر کی وہاں تک رسائی نہیں۔

لیڈر شپ، مینجمنٹ، کوچنگ اور سٹریٹجی کے تمام گروہ مل کے جن عام فہم با توں کو پیچیدہ ماڈلز اور تھیوریوں میں ڈھال کے ہمارے سامنے پیش کرتے ہیں، اس سے کہیں پیچیدہ، گھمیر، مشکل با توں کو، ہمارے صوفی مینجمنٹ گرو اس سادگی سے، اس آسانی سے بیان کرتے ہیں کہ عام سے عام انسان کو بھی بات سمجھیں میں آجائے۔

اپنی بات کو سننے والے کے لیوں پر آکے کہنے کا ڈھنگ، ان صوفیوں سے بہتر کسی کو نہیں

آتا۔

ان فقیروں کی با توں میں دم ہے، سچائی ہے، وزن ہے۔ ان کی ذہانت کو آپ نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ان کی افکار کی آپ تردید نہیں کر سکتے۔ ان کی تھیوری کو آپ چلنچنہیں کر سکتے۔

اگر آپ نے ہزاروں کے حساب سے بھی لیڈر شپ، کامیابی اور مینجمنٹ کی کتابیں پڑھی ہوں تب بھی آپ محسوس کریں گے کہ ان بابوں کی سوچ اور بھل، ہے۔ آپ زیادہ سے زیادہ یہی کہہ پائیں گے کہ فلاں فلاں مینجمنٹ یا لیڈر شپ کے گرو بھی اسی قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ تب آپ کو خیال آئے گا کہ ہمارے بابوں نے جب یہ باتیں سوچیں، لکھیں، کہیں اور پھیلائیں تب ان مینجمنٹ گروؤں کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔

ہمارے صوفی گروز کی وزوم سادہ ہے، واضح ہے، جاندار ہے، عام فہم ہے اور سب

سے بڑھ کے پُراثر ہے۔ صوفیوں کی وزڈم دل سے دل تک بات پہنچانے کی، ہترین مثال ہے۔
آپ کا مسئلہ کتنا بھی الْجَهَا ہوا ہو ہمارے گروئ کا پیش کردہ حل بے حد سادہ ہو گا۔
آپ کسی مسئلے میں کتنے ہی عرصے سے بتلا ہوں، ان کی دوامنٹوں میں کام کرتی ہے۔

اس کتاب کو لکھنے کا میرا مقصد، ان صوفی بزرگوں کی فکر، سوچ اور آفاقی اصولوں کو آپ
تک پہنچانا ہے۔ میں اس بھروسے کے ساتھ یہ کتاب آپ کے ہاتھوں میں دے رہا ہوں کہ آپ
انھیں استعمال کر کے اپنی زندگی سنواریں گے اور پھر اپنے پیاروں کی زندگیوں کو بھی کامیابی سے
ہمکنار کریں گے۔

قیصر عباس
10 اپریل، 2016
لاہور، پاکستان

فوک میوزک سے فوک وزڈم تک



فوک میوزک سے فوک وِزڈم تک

وارث شاہ او سدا ای جیوندے نیں
جہاں کیتیاں نیک کمایاں جی
وارث شاہ: لاکف سٹریچٹ

یہ کتاب صوفی ازم کے متعلق نہیں ہے، نہ ہی میں کوئی تصوف کا ماہر ہوں۔ البتہ میرے اندر ہر وقت سلگتی رہتی ہے اک آگ۔ صوفیانہ قسم کے عشق کی آگ۔ میں ایک مشن پہ ہوں اور میرا کام افراد، اداروں، ٹیموں اور ملکوں کو ان کی کامیابی میں حائل رکاؤلوں کو پہچانے اور انھیں پچھاڑنے میں مدد دینا ہے۔

بطور سکسیس کوچ میرا کام صحیح وقت پر صحیح سوال اٹھانا ہے۔ میرا دوسرا کام لوگوں کو چیلنج

کرنا ہے کہ وہ ان سوالوں کا بہترین جواب ڈھونڈیں۔

میرا مشن لوگوں میں کامیابی کی خواہش اور صلاحیت کو پروان چڑھانا ہے۔ البتہ روز بروز مشکل سے مشکل تر ہوتے ہوئے معاشرے اور اس سے کہیں پچیدہ کارپوریٹ کی دنیا کے سوالوں کے جتنے اچھے جواب مجھے اپنے صوبیوں کے ہاں نظر آئے کہیں اور نہیں ملے۔ سیدھے سادھے، براہ راست، مختصر لیکن علم و فہم سے بھر پور جوابات۔ اس لیے میں نے طے کر لیا، کہ میں پورے کارپوریٹ پاکستان اور نوجوان نسل کی توجہ صوفیانہ کلام سے صوفیانہ لیڈر شپ کی جانب دلاوں گا۔

صوفی بزرگوں کی شاعری میں عقل ہے۔ آسانیاں پیدا کرنے والی، روزمرہ کے معاملات کو سلجنچانے والی، کام آنے والی عقل۔ پریکیٹکل و زڈم۔ مزے کی بات یہ ہے کہ کئی سال پہلے کی جانے والی عقل و ذہانت کی یہ باتیں آج بھی سچ ہیں، صحیح ہیں، اور قابل عمل ہیں۔

میں اس امید کے ساتھ یہ کتاب لکھ رہا ہوں کہ ہماری نوجوان نسل گلوریا جیز کی 'کوفن'، کے فیشن کے ساتھ ساتھ شاہ حسینؑ کی 'کافی'، کے سحر میں بھی گرفتار ہو۔ خواہ مخواہ ماڈرن دکھنے کے چکر میں کڑوی 'کوفن'، کو گلے سے نیچے آتا رہے والے ذرایک بار شاہ حسینؑ کی روح افروز 'کافی'، کو بھی ثیسٹ کریں۔ شاہ حسینؑ کی 'کافی'، جو سچ میں جگادیتی ہے، سیدھی دل میں اُرتقی ہے اور گلوریا جیز میں آپ کے آس پاس بیٹھے لوگوں کو پہچاننے اور ان سے رشتہ سنوارنے کا ڈھنگ بھی بتاتی ہے۔ شاہ حسینؑ کی 'کافی'، آپ کو خود سے جڑنے، خود سے محبت کرنے اور خود کو پہچاننے کا گر سکھاتی ہے۔

ہم میں سے کون ہے جس نے وارث شاہ کی شاہ کارہیرنہیں سنی؟ کون ہے جس کے دل کو شاہ حسینؑ کی کافیوں نے نہیں بھنجھوڑا؟ کون ہے جو بلھے شاہ کے کلام پر نہیں جھوما؟ جس کے دل کے تاروں کو سلطان باہوؒ کی 'ھوئے نہیں چھووا؟ جسے میاں محمد بخشؒ کی سیدھی سادھی لیکن تلخ، ضرب الامثال بن جانے والی دلنش نے متاثر نہیں کیا؟ کون ہے جس نے بابا فریدؒ کا شعر پڑھا ہوا اور پھر

گھنٹوں اس کے سحر سے نکل پایا ہو؟

ہم سبھی صوفی شاعری کے دل دادہ ہیں۔ صوفی بزرگوں کا احترام کرتے ہیں، ان کی شاعری پڑا وہ کرتے ہیں۔ ان کی کہی باتوں کو اپنی روزمرہ گفتگو اور محاوروں میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن ان کی دل پر لگنے والی باتوں کو دل میں جگہ نہیں دیتے۔ ان کی وزُم سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہیں گے جس کے پاس نئی خوب صورت کا رہو۔ وہ اس کی تعریف کرے، اُس کی چمک دمک سے خوش ہو، دوسروں کو اس کا رکھی خوبیوں سے مرعوب کرے، اس کا رکے ہونے پر اسے فخر بھی ہو لیکن جب کبھی اسے سفر کرنا ہو تو ویکنوں اور رکشوں میں دھکے کھاتا پھرے۔

”گاڑی کیوں استعمال نہیں کرتے ہو؟“ آپ حیرت سے اُس سے پوچھتے ہیں۔

”کیا گاڑی میں کوئی مسئلہ ہے؟ خراب ہے کیا؟“

”نہیں خراب تو نہیں ہے۔ اچھی خاصی چلتی تھی جب میں اسے خرید کے لایا تھا،“ وہ

شخص جواب دیتا ہے۔

”تو پھر گاڑی کیا دکھاوے کے لیے ہے؟ گھر میں سجا کے رکھنے کے لیے ہے؟“ آپ احتجاج کرتے ہیں۔

”اصل میں ابھی تک میں نے گاڑی کو ”ٹرائی“ نہیں کیا۔“

ہے نا اس شخص کا جواب حیران گئی؟

”ٹرائی“ نہیں کیا؟

بالکل اسی طرح ہم نے اپنے صوفی بزرگوں کی باتوں کو سجا کے، گانوں اور میوزک الہموں کی زینت بنادیا ہے۔ ہم اس میوزک پر جھومتے تو ہیں لیکن اس میں چھپی عقل، ذہانت، فکر اور سوچ کو اپنی ذاتی اور خصوصاً پیش وار انہ زندگی میں ”ٹرائی“ نہیں کرتے۔

ماڈرن دنیا کو اپنے ماڈرن مسائل کا حل ماڈرن مفکرین سے نہیں مل پا رہا۔ کیونکہ ماڈرن دنیا کے ماڈرن مسائل کی جڑیں ان قدیم اصولوں کو توڑنے کی وجہ سے ہیں جو ذاتی اور معاشرتی زندگی میں سکون اور کامیابی کی خصائص ہیں۔

اس کتاب میں آپ کے لیے میں پیش کر رہا ہوں آپ کے ذاتی اور پیشہ وار ائمہ مسائل کا حل اور وہ بھی صوفیانہ عقل و دانش کی روشنی میں۔ ہمارے صوفی دانشوروں کے پاس حل ہے۔ سادہ حل۔ مشکل اور پیچیدہ مسائل کا۔ چاہے ان مسائل کا تعلق آپ کی کاروباری زندگی سے ہو یا گھر بیلو زندگی سے۔ آپ کو حیرت ہو گی کہ بنس سڑپٹجی سے لے کے، ہیمن ریسوس میخمنٹ تک، کوفلکٹ میخمنٹ سے لے کے ٹائم میخمنٹ تک، لیڈر شپ ڈولپمنٹ سے لے کے الیگز کیٹو کو چنگ تک۔ ان صوفیوں کے پاس آپ کے ہر مسئلے کا حل ہے۔

یقین نہیں آ رہا نا؟ مجھے بھی نہیں آتا تھا۔ میرے فوک لیڈر شپ کے پروگرام میں شریک ہونے والے ٹاپ لیڈرز کو بھی نہیں آتا تھا۔ لیکن جب ہم اس سفر پر لٹکے، ہم نے صوفیوں کے افکار کو کھو جا، سمجھا، کھنگلا تو جانا کہ بلا وجہ ہم میں سے اکثر لوگ ایک دائرہ نما سوراخ میں ڈبنا لکڑی فٹ کرنے کی زبردستی کو شکر ترتیب رہتے ہیں۔ کیوں نہ ہم اس علم سے، اس ذہانت سے، اس عقل سے فیض یاب ہوں جو ہماری ڈھنی، نفسیاتی اور روحانی ضروریات کو مدد نظر کر تخلیق کی گئی ہے؟ جس کی جڑیں ہماری اپنی ذات کے اندر پیوستہ ہیں۔ جس کی شاخیں ہمارے عقائد، ہماری سوچ اور ہمارے ایمان سے پھوٹی ہیں۔

صوفیوں کی ذہانت اور عقل کے نشان اس دروازے سے جامنتے ہیں جسے شہر علم کہتے ہیں۔ جو سارے علم، ذہانت، فکر، دانش اور عقل کا سرچشمہ ہے۔ صوفیوں کا پیغام خدا اور اُس کے پیغمبر ﷺ کے بتائے اصولوں کے مطابق ہے۔ یہ پیغام ایک ایسے معاشرے کی تشکیل میں مددگار ہو سکتا ہے جس میں لوگ نہ صرف اپنی نظر میں کامیاب ہوں بلکہ ان کا پروردگار بھی انہیں کامیاب لوگوں کی فہرست میں شامل کرے۔

کامیابی کی یہ تعریف، یہ معیار، لوگوں کے دل میں کامیابی کو ایک نئے زاویے سے دیکھنے کی لگن پیدا کرے گا۔ وہ خود غرضی اور خودستائشی سے نکل کر معاشرے کو کچھ لوٹانے اور دوسروں کی زندگیاں سنوارنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ خدا کی بارگاہ میں کامیاب لوگوں میں شمار ہونے کا آسان ترین اور یقینی راستہ یہی ہے کہ آپ اس کی مخلوق کے کام آئیں۔ اس کے بناءً انسانوں کی زندگی میں آسودگی لائیں اور اس کی بنائی دنیا کو خوب صورت اور بہتر بنانے میں اس کے ساتھ لگ جائیں۔

پہلا پڑاؤ

اپنی پہچان



-01-

رانجھن میرے نال

جنگل بیلے پھراں ڈھونڈیںدی، ابے نہ پایو لال
 رانجھن رانجھن پھراں لمحیندی، رانجھن میرے نال

شاہ حسین: سکسیس کوچ

آپ سب نے اس آدمی کی کہانی تو ضرور سنی ہوگی جس کی کارکی چابی ڈرائیور میں صوفے کے نیچے گرگئی۔ بچلی نہیں تھی، تھوڑی دیر اس نے ہاتھ پاؤں مارے، مگر چابی ہاتھ نہیں لگی۔ اندھیرا زیادہ تھا کچھ سمجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کی فرستھیشن بڑھتی گئی۔ پریشانی سے نا امیدی تک سمجھی احساسات میں سے گزرا۔ بالآخر باہر آ کر سٹریٹ لائٹ کی روشنی میں کچھ ڈھونڈنے کی 'اکینگ' کرنے لگا۔ اس کی مدد کرنے کو ایک دو اور لوگ بھی شامل ہو گئے اور چابی ڈھونڈنے

نگ آکے ایک شخص نے پوچھا ”چاپی یہیں گری تھی نا؟“

”نہیں وہ تو اندر گم ہوئی تھی“، اس نے شرمندگی چھپاتے ہوئے جواب دیا۔ ”تو پھر یہاں کیوں سر کھپا رہے ہو؟“، وہ شخص احتیاجاً چینا۔ ”اس لیے کہ یہاں لگی میں روشنی ہے اور اندر اندر ہیرا، میں نے سوچا اندر تو کچھ دکھائی نہیں دے رہا چلوادھر ہی ڈھونڈنے کی کوشش کر لیتا ہوں“۔

اندر کے اندر ہیروں کے خوف سے باہر کی روشنیوں کے پیچھے بھاگنے سے کچھ ہاتھ نہیں

لگے گا۔

کار پوریٹ پاکستان میں ہر لیڈر، ہر مینجر ہر لیوں پر تلاش میں ہے۔ کس چیز کی تلاش؟ کسی گروہ سڑتیجی کی تلاش، کسی لیڈر شپ فریم ورک کی تلاش، کسی لرنگ ماؤل کی تلاش، کسی نئے ملکیے، نئے زاویے، نئی ایکنیک کی جس سے اس کی سیلز بڑھ جائے، اس کے نتائج بہتر ہو جائیں، منافع بڑھ جائے، اس کی دھاک بیٹھ جائے۔

اس کے باوجود ہم میں سے اکثر کے نتائج وہ نہیں ہیں جو ہونے چاہئیں۔ اپنے آپ سے اور خود کی صلاحیتوں کی حدود سے ناواقف کار پوریٹ مینجر اور لیڈر باہر کے میخنٹ گروں کی بے جا تقليید کر کے، ان کے ماؤنزا اور باتوں کو بلا چوں چراں اگر اپنے ادارے اور لوگوں پر تھوپیں گے تو کچھ ہاتھ نہیں لگے گا۔

پیٹر ڈر کر کی بات کئی بارہ ہن میں بھی نہیں اُترتی جبکہ بلحے شاہ کی ہربات سیدھی دل پلگتی

ہے۔

ہمارے اور ان کے لوگوں میں فرق ہے، کلچر فرق ہے، ماحول فرق ہے، عقائد، خیالات، پس منظر، توقعات سب فرق ہیں۔ پھر ایک سائز سب پر کیسے فٹ آ سکتا ہے؟

کئی سال پہلے میں بھی باہر کے میخنٹ گروز کے پیچھے پڑا تھا۔ ان کے ماؤنزا کی چکا چوند

روشنی کی طرف مائل تھا۔ لیکن میری چابی تو اندر ہی گم ہوئی تھی۔ بابا فرید نے مجھے میرے اندر کی چابی ڈھونڈنے میں مدد دی۔ جب یہ چابی مل گئی تو سمجھی تالے کھلتے چلے گئے۔ زندگی کی گاڑی دوڑنے لگی۔

آپ کی چابی کہاں گم ہوئی ہے؟

آپ اُسے کہاں ڈھونڈ رہے ہیں؟

آپ کے ادارے کی ترقی اور کامیابی کی چابی اپنے اندر کے ”مینجنٹ گروز“ کے ہاتھ میں ہے۔ ان کو ڈھونڈنے یہے، انھیں پڑھئے، ان پر بھروسہ کیجئے کیونکہ وہ ہم میں سے ہیں اور ان روشنیوں سے کہیں بہتر ہیں جن کے پیچھے آپ بھاگ رہے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ آپ کے ذہن میں فوراً کئی سوال اُبھرے ہوں گے:

کیا ان بابوں کی عقل بھری باتوں کو آج کی پیچیدہ بزنس کی دنیا میں استعمال کیا جاسکتا

ہے؟

کیا مشکلات میں گھرے ایک لیڈر یا منیجر کو ان باتوں سے اپنے بزنس کے مسائل حل کرنے میں مدد مل سکتی ہے؟

کیونکہ یہ عقل و فہم کی باتیں پرانے وقتوں کی ہیں۔ تو کیا آج بھی یہ قبل عمل ہیں؟ کیا ان کا اطلاق آج پہچی ہو سکتا ہے؟

کیا کاروباری، تعلیمی، سیاسی اور غیر سی ادارے صوفی بزرگوں کی اس دانش کو کامیابی سے استعمال کر سکتے ہیں؟

کیا ہم اپنے صوفیوں کی شاعری کے اندر چھپے قیمتی خیالات کو اپنی زندگی، کاروبار، تعلقات سنوارنے میں استعمال کر سکتے ہیں؟

میرا جواب ہے ایک بہت بڑی ”ہاں“۔

پریشان مت ہوں۔ میں خود بڑا عرصہ انھیں سوالوں سے لڑتا رہا ہوں۔ لیکن آج بڑے فخر سے کہہ رہا ہوں کہ میں نے ٹائم میجنٹ بابا فریدؒ سے سیکھی ہے۔ میں نے این ایل پی سلطان باہوؒ سے سیکھی ہے۔ لیڈر شپ کی سائنس مجھے بابا بلاسھے شاہؒ نے سمجھائی ہے۔

کوچنگ اور مینفورنگ کے زریں اصول میں نے وارث شاہؒ سے سیکھے ہیں۔ میں نے تعلقات بنانے اور بھانے کی سائنس میاں محمد بخشؒ سے سیکھی ہے۔ کامیابی کے اصول میں نے شاہ حسینؒ سے سیکھے ہیں۔

میں نے اپنی پوری زندگی میں ان سے بہتر میجنٹ گروہیں دیکھے۔ ان کی باتیں، افکار، تکنیک اور اصول زندگی کے ہر شعبے میں استعمال میں لائے جاسکتے ہیں۔

آج میری زندگی کا مشن ہے کہ جن اصولوں نے میری ذاتی اور پیشہ وارانہ زندگی میں انقلابی تبدیلیاں پیدا کیں۔ انھیں آپ تک پہنچاؤں۔ میری پر خلوص خواہش ہے کہ آپ بھی صوفی دانشوروں کی کوچنگ سے فائدہ اٹھائیں اور اپنی من پسند زندگی کو خواب سے حقیقت بنا دیں۔

-02-

خزانے کی تلاش

ایہہ تن رب سچے دا ججره، وچ پا نقیرا جھاتی ھو
 نہ کر منت خواج خضر دی تیرے اندر آب حیاتی ھو
 سلطان باھوُ: لائف کوچ

ماڈرن سائیکالوچی، نیورولنگوستک پروگرامنگ کے ماہرین اور پرنسپل ڈولپمنٹ کا ہرگز رو
 اس میتھے پر پہنچا ہے کہ سب کچھ آپ کے اندر ہے۔ کردکھانے کے تمام وسائل، صلاحیتیں،
 خاصیتیں اور ذراائع آپ کے اندر ہی ہیں۔ ہمارے لائف سٹریجنٹس سلطان باہو یہ بہت پہلے ہی
 کہہ گئے تھے۔

میں نے جس دن سلطان باہو کی یہ بات پڑھی میری زندگی بدل گئی۔ حالانکہ یہی بات

میں نے ٹوپی رابنر کی مشہور کتاب 'آن لیمیٹڈ پاور' میں بھی پڑھی تھی، لیکن سچی بات ہے کہ دل مانا نہیں کہ سب کچھ میرے اندر ہی ہے۔ لیکن وہی بات جب سلطان باہو کی زبانی سنی تو میرا شک رفوچکر ہو گیا۔ اس بات کی تصدیق بعد میں مجھے شاہ حسینؒ اور بابا فریدؒ کے ہاں بھی ملی تو سب کچھ میرے اندر ہی ہے، والی بات میرے ایمان کا حصہ بن گئی۔ آج کئی سالوں سے میں اپنی ہر ٹریننگ، ہر سیمینار میں اس بات کو اپنی ذمہ داری سمجھتے ہوئے پوری شدت، پوری ایمانداری اور پورے یقین سے پھیلاتا ہوں۔

پچھلے چودہ سالوں میں اپنے سینکڑوں ٹریننگ پروگراموں میں اس شعر کو میں نے سنایا اور لوگوں کی کایا پہنچائی۔ خود کو پہچاننے سے، اپنے اندر جھانکنے سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وہ سارا اعتقاد، تخلیقی سوچ، خیالات، افکار، ہمت، جوش اور وسائل جو ہمیں چاہیے تھے، جنہیں ہم کب سے خود سے باہر تلاش کر رہے تھے، وہ تو ہمارے اندر ہی موجود ہیں۔ لیکن ہم باہر کی تلاش میں اتنے مصروف تھے کہ کبھی یہ خیال تک نہیں آیا کہ یہ سب تو پہلے ہی سے ہمارے پاس موجود ہے۔

کئی سال پہلے میں بے سمت مسافر کی طرح کامیابی کے لیے ادھر ادھر بھاگ رہا تھا۔ دوسروں کا اعتقاد، لباس، سائل، خیالات، لکھنے کا انداز، بولنے کا کمال دیکھ کر سوچتا تھا کبھی میں بھی ایسا کرسکوں گا؟ حیران ہوتا کہ یہ سب کس سے ادھار مانگوں؟ میں سوچتا تھا کاش مجھے ٹوپی رابنر سے اعتماد مل جائے، جیک کینفیلڈ سے لکھنے کی صلاحیت مل جائے۔ برائی ٹریسی کی طرح بولنا آجائے، کین بلینچرڈ کی طرح اپنے خیالات کو ترتیب دینا آجائے۔ ٹوپی بوزان کی طرح سوچنا آجائے، ایڈورڈ ڈی بونو کی جیسی تخلیقی صلاحیت آجائے، لیس براؤن کی طرح دوسروں کو انسپاڑ کرنا آجائے اور جم ران کی طرح کی کیونی کیش آجائے۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی مجھے اپنی صلاحیت ادھار دینے کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ بالآخر سلطان باہوؒ کے اس ایک ہی قول نے میری زندگی کو اکھاڑ پھاڑ دیا۔

”کیا واقعی سب کچھ میرے اندر ہے؟“

مجھے یقین نہیں آتا تھا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مجھ میں بھی وہی صلاحیت اور ٹیلنٹ ہو؟ میں کیسے لوگوں کے سامنے بول سکتا ہوں، میں کیسے لکھ سکتا ہوں؟ میں تو دوسروں کی طرح نہیں ہوں۔ لیکن آج پتہ چلا کہ سلطان با یحیٰ کہتے تھے۔ یہ سب کچھ میرے اندر تھا لیکن چونکہ میں خود سے نا آشنا تھا، خود کی پہچان نہیں تھی۔ اپنی ذات کے آئینے کو بھی ٹھیک سے دیکھا ہی نہیں تھا۔ میں اپنی طاقت سے ناواقف رہا۔ لیکن آج خود کو جانے کے ذریعے میں وہ سب ہر روز کرتا ہوں جو آج سے کچھ سال پہلے میں خوابوں میں بھی کرنے کا سوچتا ہیں تھا۔

آج میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اپنی کامیابی کے لیے اگلا قدم اٹھانے کے لیے جو بھی چاہیے، وہ صرف آپ ہی کے پاس ہے۔ اسے کہیں اور تلاش نہ کیجئے۔

ایک کسان جنگل میں سے گزر رہا تھا۔ اسے شاہین کے ایک اُجڑے ہوئے تباہ شدہ گھونسلے میں ایک اندھہ پڑا نظر آیا۔ اس نے کچھ سوچ کے اندھہ اٹھایا۔ گھر آ کر اس نے اپنی مرغی کے باقی اندھوں کے ساتھ اسے بھی رکھ دیا۔ کئی دنوں کے بعد جب مرغی کے اندھوں سے بچے نکلے تو شاہین بھی اپنے اندھے سے نمودار ہوا۔

اس کی نظر اپنے آس پاس چوزوں پر پڑی اور انہی کو اپنا سب کچھ مان لیا۔ وہ انہی چوزوں کی طرح پورا دن گزارتا۔ انھیں کی طرح گھومتا پھرتا، خوراک ڈھونڈتا، کھیل کو دکرتا اور سو جاتا۔

ایک عرصے تک وہ یہی چوزوں والی زندگی گزارتا رہا۔ اسے کبھی بھی شاہین والی اُڑان کی طاقت کا احساس تک نہ ہوا۔

ایک دن اچانک اس کی نظر ڈورا اور پر آسمانوں میں ہوا کے دوش پر تیرتے خوبصورت شاہین پر پڑی۔ اس نے حسرت کی نگاہ سے شاہین کی اُڑان کو دیکھا اور آہ بھر کے بولا ”کاش میں بھی ایک شاہین ہوتا۔“

چوزوں کی طرح زندگی گزارتے گزارتے ہم اپنی اُڑان کی اصل طاقت کو نہ صرف بھلا دیتے ہیں بلکہ آہستہ آہستہ اسے کھو ہی دیتے ہیں۔ پھر ہم اپنے آس پاس لوگوں کی اوپنچی اُڑان دکھ کر حسرت سے کہتے ہیں ”کاش میں بھی..... لیکن مج تو یہ ہے کہ آپ بھی اسی اوپنچی اُڑان کے لیے تخلیق کیے گئے تھے۔

آج وقت آگیا ہے کہ اپنے اندر کی اندھی طاقت کو پہچانیں۔ چوزوں کے طرزِ عمل کو بائے بائے کہیں۔ اس خزانے کی تلاش کے سفر سے واپس آجائیں جو آپ کے اپنے کھیتوں تلے دفن ہے۔ اس خزانے پر اپنی ملکیت کا جھنڈا گاڑ دیں۔

یاد رکھیے، اپنے سارے خوابوں، ساری آرزوؤں، سارے منصوبوں کو پورا کرنے کی بے بہا طاقت پروردگار نے آپ کے اندر رکھ دی ہے۔ اگر اپنے خدا پر بھروسہ ہے تو پھر اپنی طاقت، اپنی صلاحیت اور اپنی کوشش پر بھروسہ کریں۔ کیونکہ لا زوال زندگی کی حامل کامیابی کے لیے آپ کو درکار آبِ حیات آپ کے اپنے پاس ہے، کسی اور کے پاس نہیں۔

ڈھونڈن والا ریہا نہ خالی، ڈھونڈ کیتی جس پنجی
ڈھونڈ کریندا جو مُڑ آیا، ڈھونڈ اوہدی اے کچی
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

-03-

پہچان کی چابی

ثبت صدق تے قدم اگیرے تائیں رب لھیوے ہو
 نام فقیر تہاں دا باہو قبر جہاں دی جیوے ہو
 سلطان باھو: لاکف کوچ

خود کی پہچان کیا ہے؟ کہاں سے آتی ہے؟
 میری نظر میں اپنی پہچان کا مطلب ہے:
 خود کو جانا، اپنی صلاحیتوں کو پہچانا، اپنے ارادوں، سوچوں اور رویوں کی مکمل ذمہ داری
 اٹھانا، اپنی غلطیوں کا اعتراض کرنا، اپنے ٹینٹ کو قدر کی نگاہ سے دیکھنا، خود کو اپنے تنقیدی حملوں
 سے بچانا، ہر عمل کے پیچھے اپنے حرکات کو پہچانا۔

- لیدر شپ گرو سلطان با ہو نے خود کو پہچانے کے عمل کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا ہے۔
- اپنی پہچان، جو بالآخر اپنے رب کی پہچان کرانے کا سبب بن جاتی ہے، کی بنیاد چار چیزوں پر ہے:
- 1 نیت کی پاکیزگی
 - 2 کوشش میں اخلاص
 - 3 خدا کی جنت تو
 - 4 لازوال کامیابی کی طرف قدم پیشی

خود آگئی سے مالا مال لوگوں کی پہلی طاقت ان کی نیت کا اخلاص ہے۔ ان کی سوچ اور ارادے خالص ہوتے ہیں۔ وہ کسی کا بُر انہیں چاہتے۔ وہ اپنی لگن میں پچھے ہوتے ہیں۔

ان کی دوسری نشانی یہ ہے کہ ان کے قدم ہمیشہ اپنے مقصد کی سمت میں آگے بڑھتے رہتے ہیں۔ کوئی رکاوٹ، کوئی پریشانی، کوئی دھمکی، کوئی حوصلہ شکنی ان کا رستہ نہیں روک پاتی۔ یہ لوگ کوشش کے اخلاص میں بھی درجہ کمال پہ فائز ہوتے ہیں۔ ان کی نیت اور کوشش ایک دوسرے کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ ان کی خود آگئی انھیں خدا سے قریب لے آتی ہے۔ یعنی خود آگئی کی تیسری نشانی یہ ٹھہری کہ یہ لوگ ہمیشہ وہ کرتے ہیں جس سے ان کو خدا کا قرب حاصل ہو جائے۔

اس کے عکس جن لوگوں کی نیت میں فرار اور کوشش میں فرار ہو انھیں خدا کا قرب کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟

خود آگئی کی چوتھی نشانی ایسا انسان بننے کی جنت جو ہے جس کے جانے کے بعد بھی اس کا نام، اس کا کام، اس کا نشان باقی رہے۔

‘ثابت صدق، یعنی نیت کی پاکیزگی، ارادے کی مضبوطی کا مطلب کیا ہے؟

اس کا مطلب ہے شک کی عدم موجودگی۔ جہاں مضبوط ارادے ہوں وہاں شک کی جگہ یقین لے لیتا ہے۔ یہی یقین خود آگئی کے زیور سے آ راستہ لوگوں کو آگے بڑھنے کی طاقت دیتا ہے۔

ثابت صدق کیوں ضروری ہے؟
 اس لیے کہ جن لوگوں کی نیت خالص اور دل صاف ہو، ہی منزلِ مراد پاتے ہیں۔ ابھی بھی یقین نہیں آ رہا میری بات کا؟ تو مجھے میرے ایک اور پسندیدہ گرو بابا بلھے شاہ کی بات مان لیں۔

بلھیا! قول الف دے پورے
 جمیزے دل دی کرن صفائی
 بلھے شاہ: لیڈر شپ گرو

خدا کے وعدے صرف انہی لوگوں کے لیے پورے ہوتے ہیں جو اپنے دل کو صاف رکھتے ہیں، نیت کو پاک رکھتے ہیں، اپنے ارادوں میں خالص ہوتے ہیں اور ہر لمحے اپنے رب کی جستجو میں رہتے ہیں۔

دل کو صاف اور نیت کو پاکیزہ رکھنے کا اجر کیا ملتا ہے؟ اس کا جواب میاں محمد بخش سے پوچھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

پچ سچ مرد صفائی والے، جو کجھ کہن زبانوں
 مولا پاک منیندا ایہو کپی خبر اسانوں
 میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

خود کی پہچان رکھنے والے، خالص نیت اور پاکیزہ کوشش کرنے والے لوگ خدا کے قرب میں اس مقام تک جا پہنچتے ہیں کہ ان کی آرزوؤں اور خوابوں پر خدا اپنی قبولیت کی مہر لگا دیتا ہے۔ وہ جو سوچتے ہیں، جو کہتے ہیں..... خداویسا ہی کرتا جاتا ہے۔

لیکن صوفی مینجمنٹ گروہ یہ بھی خوشخبری دے رہے ہیں کہ خدا کا قرب حاصل کرنے اور اس سے اپنی بات منوانے کے لیے، آپ کا چلے کاٹنا، فقیر بننا اور کوئی خاص ہلکی اختیار کرنا ضروری نہیں۔

کوئی بھی شخص چاہے وہ ایک ٹینس کا کھلاڑی ہو یا ادیب، ٹریفک سارجنت ہو یا سائنسدان، لکھاری ہو یا پینٹر، اتحلیٹ ہو یا میوزیشن، ڈریمی ڈیزائنر ہو یا سیاستدان، اُستاد ہو یا کسی ادارے کا سربراہ..... جس کی نیت پاکیزہ ہوگی، دل صاف ہوگا، کوشش سچی ہوگی وہ اپنے رب سے ضرور جو جائے گا۔ جو اُس سے جو گیا کامیابی، خوشحالی، نیک نامی، عزت اس سے جو جائے گی اور جو وہ چاہے گا خداویسا ہی کرتا جائے گا۔

میاں محمد بخش بڑے وثوق سے کہہ رہے ہیں کیونکہ انھیں اس بات کی کمی خبر ہے۔

ذکر کنوں رب حاصل تھیدا ، ذاتوں ذات وسیوے ہو
دو ہیں جہاں غلام تہماں دے، جہاں ذات لکھیوے ہو
سلطان با ھو: لائف کوچ

-04-

جا گو جا گو!

اُٹھ جاگ کھڑاڑے مارنیں
ایہ سون تیرے درکار نہیں

بلھے شاہ: لیڈر شپ گرو

کبھی کسی کو آپ نے جا گتے ہوئے، چلتے ہوئے، خراٹے مارتے دیکھا ہے؟ یقیناً کبھی
نہیں دیکھا ہوگا۔ خراٹے تو ہم صرف نیند کی حالت میں مارتے ہیں۔

لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو نیند میں چلنے کی بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔ ہم
میں سے کئی بظاہر دنیا کے سامنے ”جاگ“ رہے ہوتے ہیں۔ دفتر جاتے ہیں، کام کا ج کرتے ہیں،
لیکن اندر سے سوئے ہوتے ہیں۔ ہم سب کی زندگی میں صبح، دوپہر، شام کئی بار الارم بجتے ہیں

”جاگو جاگو“ کی صدائیں آتی ہیں لیکن ہم الارم بند کر کے سوئے رہنے میں ہی عافیت سمجھتے ہیں۔
ہم سوئے رہنے میں مزا اور جاگ جانے میں درمحسوں کرتے ہیں۔

ہم سوئے رہتے ہیں اور زندگی ہمارے ساتھ ہاتھ کر جاتی ہے۔ جب تک ہم جاگتے
ہیں، بہت کچھ لٹ پکا ہوتا ہے۔ ٹرین میں سوئے ہوئے اس مسافر کی طرح پھر ہم ہڑ بڑا کے اٹھتے
ہیں جو اپنا سٹیشن بہت پیچھے چھوڑ آیا ہوتا ہے۔ ہم احتجاج کرتے ہیں، دوسروں کو کوستے ہیں، اپنی
بھڑ اس نکالتے ہیں لیکن فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔

میجنٹ گرو بابا فریدؒی بات مائیئے۔ جاگ جائیے:

رات کھوئی ونڈئے ، سُتیاں ملے نہ بھاؤ
جھاں نین نیندر والے، تھاں ملن کواؤ
بابا فریدؒ: میجنٹ گرو

اگر کسی کا جسم نیند میں مزے اڑانا چاہے اور اس کا دل اپنے عشق کی راہ پر قدم اٹھانا
چاہے تو کس کی بات مانی جائے؟ جان لیجئے جس راہ پر آپ چلیں گے وہی راہ آپ کی پیچان بن
جائے گی۔ نیند کی راہ یا عظمت کی راہ؟

کوئی عظیم شخص آج تک سوتے ہوئے عظیم نہیں بنا۔ نیند میں چلتے رہنے والے یقیناً
عظمت اور بلندی کے راستوں سے بے خبر ہی رہتے ہیں۔ جاگنے والے سے سونے والے کا کیا
 مقابلہ؟

نیند سے عشق کی عادت، بلندیوں پر بلند لوگوں کو بھی نیچے کرادیتی ہے۔ کام سے عشق
ز میں بوس لوگوں کو بھی بلندیوں سے سرفراز کر دیتا ہے۔
”جاگو جاگو“ میں کیا بیعام چھپا ہے؟

‘جا گو جا گو’ کا مطلب ہے زندگی جیسی ہے اسے ویسا ہی دیکھو۔ نہ اس سے بدتر اور نہ، اس سے بہتر۔ جا گو جا گو میں چھپا ہے پیغام اپنی زندگی کی ذمہ داری اٹھانے کا، اپنا احتساب کرنے کا، الزام تراشیاں چھوڑ کے اگلا قدم اٹھانے کا۔ جا گو جا گو کا مطلب ہے اپنے آس پاس بدلتے حالات کو سمجھو، ان سے نجاح کرو اور انھیں بدلا سیکھو۔ اپنی صلاحیتوں کو پہچانو، انھیں استعمال میں لاو۔ اپنی طاقت کو سمجھو، اسے زندگی بنانے میں لگادو۔

بابا فریدؒ کہتے ہیں:

بے توں عقل لطیف، کالے لکھ نہ لیکھ
آپنے گریوان میں سر نیواں کر دیکھ
بابا فریدؒ: میخمنٹ گرو

‘جا گو جا گو’ کی صد اتفاقہ کرتی ہے کہ ادھر ادھر دیکھنے کی بجائے خود پر انحصار کریں۔ اپنے گریبان میں جھانکنے سے آپ کو پتہ چلے گا کہ رشتؤں ناطوں کو نجھانے میں آپ سے غلطی کہاں ہوئی ہے؟ خود کو سنوارنے کے عہد کو آپ نے کب کب توڑا ہے؟ کامیابی کی دوڑ میں کب کب آپ نے خود کو اپنے ہاتھوں سے پچھاڑا ہے؟ آپ پر انکشاف ہو گا کہ آپ کا سب سے بڑا دشمن کوئی اور نہیں..... خود آپ ہی ہیں۔ آپ کو حیرت ہو گی کہ آپ کے نیند کے خرائی، دوسروں کے لیے اتنے تکلیف دہ نہیں ہیں جتنے جانے کے خرائی۔

‘جا گو جا گو’ کا مطلب ہے کہ آج سے میں دوسروں کو اپنے خرائیوں سے تنفس نہیں کروں گا۔ میخمنٹ گرو بابا فریدؒ اس تھیوری سے بھی پرداہ اٹھا رہے ہیں کہ جانے کا مطلب ہے کہ اپنے لیے ”کامی قسمت“ کا اختیاب نہ کریں۔ اپنے ہی ہاتھوں سے اپنی قسمت خراب نہ کریں۔ کیا یہ اس بات کی طرف اشارہ نہیں کہ انسان کی قسمت خود اس کے اپنے اعمال کے ہاتھوں میں ہے؟ جو ہاتھ اس کی تقدیر کا تعین کرتا ہے وہ تو اس کا اپنا ہی ہے۔ بابا فریدؒ پچیخ کر رہے ہیں کہ اگر تم

میں ذرا بھی عقل ہے تو اپنے نصیب بر بادنہ کرو۔ کالے نہ کرو۔ اس وقت تم تباہی کے جس دہانے پر بھی ہو کسی اور پر اس کا الزام مت ہو گو۔ اگر ایمانداری سے اپنے گریبان میں جھانکو گے تو جان جاؤ گے کہ تم ہی خود کو اس حال تک پہنچانے کے ذمہ دار ہو۔

اب تو جاگ مسافر پیارے
رین گئی ، لٹکے سب تارے

بلھے شاہ: لیڈر شپ گرو

نیند میں چلنے والوں کو ہمارے میخنٹ گرو ”ویک اپ کال“ دینے کی پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ہم میں سے کتنوں کو لوگ جگا جگا کر تھک جاتے ہیں لیکن ہم نیند کی آغوش سے نکلنے کو تیار ہی نہیں ہوتے۔ بالآخر نیند میں چلتے چلتے ہم بہت بیچھے رہ جاتے ہیں۔ بہت کچھ کھو دیتے ہیں۔
بابا بلھے شاہ نے تو نیند سے جگانے میں کوئی کثر نہیں چھوڑی۔ میری تو آنکھیں بھرا کیں
جب میں نے بلھے شاہ کی دل کو چھو لینے والی یتھر بیر پڑھی:

جو کچھ کر سکیں، او کچھ پاسیں
نہیں تے اوڑک چھو تاسیں
سُنجی کونج وانگوں گرلا سیں
کھمبان باجھ اُڈار نہیں
سنجل سنجل قدم اُٹھاویں
فیر آون دوجی وار نہیں

بلھے شاہ: لیڈر شپ گرو

”جا گو جا گو“ کا دل ہلانے والا پیغام یہ بھی ہے کہ زندگی میں آپ کو صرف وہی ملے گا جس کی آپ کوشش کریں گے۔ جو کریں گے وہی بھریں گے۔ اس سے پہلے کہ آپ شکایت کریں دوسروں کی اونچی اڑانیں بھرنے کی اور خود کے پیچھے رہ جانے کی۔ یاد رکھئے، پروں کے بغیر کوئی پرواز ممکن نہیں۔ آپ نے اپنے بل بوتے پاپنے پروں کو اونچی اڑان کے لیے تیار کرنا ہے۔ اپنے پروں کی طاقت کو بھروسے کے لائق بنانا ہے۔

”جا گو جا گو“ کی آخری نصیحت یہ ہے کہ اپنے کیرر، ادارے، ذاتی اور پیشہ وار انہی زندگی کا ایک قدم پھونک پھونک کے اٹھائیں..... پتہ ہے کیوں؟ زندگی صرف ایک بار ملتی ہے۔ دوبارہ اس دنیا میں آنے کا کبھی آپ کو موقع نہیں ملے گا۔ جو کرنا ہے ابھی کرنا ہے۔ اسی زندگی میں، انھی مشکلات کے نزعے میں، انھی وسائل کے ساتھ، انھی مسائل کے ساتھ، انہی لوگوں کے ساتھ اور انہی رکاوٹوں کے ساتھ۔

تو پھر نیند میں چلا چھوڑیئے، اپنے جانے کا کچھ اس طرح اعلان کیجئے کہ دنیا کو لگ پتہ جائے کہ آپ جاگ گئے ہیں۔ اور اپنی قسمت اپنے ہاتھوں سے لکھنے کے لئے، بنانے کے لیے اور سنوارنے کے لیے تیار ہیں۔

جاگ جائیے۔ زندگی کی دوڑ میں اپنی طاقت توں کو صحیح سمت میں گامزن کیجئے۔ کامیابی آپ کی منتظر ہے۔

-05-

کامیابی کافارمولہ

آپ سنواریں میں ملیں، میں ملیاں سکھ ہوئے
 جے توں میرا ہو رہیں، سب جگ تیرا ہوئے
 بابا فریدؒ: میجنٹ گرو

جس نے خود کو پہچان لیا وہی تو خالق تک پہنچ پائے گا۔
 اپنے آپ کو جانے بغیر خود سے رشتہ جوڑ ناممکن نہیں۔ جو خود سے نہ جوڑ سکا وہ دوسروں
 سے کیا جڑے گا۔ وہ اپنے خدا سے کیا جڑے گا؟ اپنے مشن سے کیسے جڑے گا؟
 لیکن جو خود سے جڑ گیا اسے کوئی تو زندگیں سکتا۔
 شاہ حسینؒ جیسا ماہر نفسیات ہی یہ گتھی سُلیجھا سکتا ہے:

بندے آپ نوں پچھان
 جے تین اپنا آپ پچھاتا
 سائیں دا ملن آسان
 شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

'سامیں' سے یہاں مراد بظاہر خدا کی ذات ہے۔ دائی، سچی اور لازوال کامیابی صرف اسی کو حاصل ہو سکتی ہے جو خود کو اور اپنے خالق کو پیچان جائے۔ میرا خیال ہے سائیں کے معنی یہاں کافی وسیع ہیں۔ میری نظر میں سائیں سے مراد ہر وہ چیز بھی ہے جو آپ زندگی میں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن تمام کامیابیوں کا آغاز یہی نقطہ ہے جس کی بنیاد خود کو پیچانے اور جانے پر ہے۔ خود کو پیچانے سے الگ مرحلہ خود کو سنوارنے کا ہے۔ جو خود کو جانتا ہی نہیں وہ سنوارے گا کیا؟ خود کے اندر جگانے سے پتہ چلے گا کہ کون سے ٹیلنٹ، صلاحیتیں، خوبیاں اور خواب اندر چھپے بیٹھے ہیں۔

خود کو سنوارنے کے لیے کن چیزوں کی ضرورت ہے؟ ہمارے صوفی میخمنٹ گروز سے ہی اس کا جواب پوچھتے ہیں۔

خود کو سنوارنے کا مطلب اپنی ذات کی اس طرز پر تعمیر کرنا ہے جو خالق کو پسند آجائے۔ خود کو سنوارنے والوں کا رابطہ اپنے خدا سے خود بخود جڑ جاتا ہے۔ خود کو سنوارنا اور خدا سے جڑنا دراصل دو الگ الگ چیزوں ہیں۔ جتنا آپ اپنی ذات کی نشوونما کرتے جاتے ہیں، خدا کے بنائے اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے اپنی شخصیت کے تمام پہلوؤں میں بہتری لاتے ہیں، آپ خدا کے قریب تر پہنچتے جاتے ہیں۔

خود کو سنوارنے والوں کو خدامل جاتا ہے اور جس کو خدامل جائے اسے بھلا اور کس چیز کی

ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔

اس لیے کہ خدا کا یہ اپنا وعدہ ہے کہ اگر تم میرے ہو جاؤ گے تو ساری دنیا تمہاری ہو جائے گی۔

تو پھر کون ہے جو ساری دنیا کو سرنہیں کرنا چاہتا؟ کیا آپ نے کبھی پوری دنیا پر راج کرنے کا نہیں سوچا؟ کیا آپ پوری دنیا پر اپنی دھاک بٹھانے کے بارے میں سیر لیں نہیں ہیں؟ کیا آپ اپنے نئے، اپنے جنون اور اپنی صلاحیت سے دنیا کو حیران کرنا چاہتے ہیں؟ اس دنیا کے افک پر کامیابی کا چمکتا ستارہ کون نہیں بننا چاہتا؟

آج آپ کو بابا فرید نے دنیا فتح کرنے کا فارمولہ بھی سمجھا دیا۔
دنیا کو فتح کرنا ہے تو اپنے آپ کو خدا کے سپرد کرنا ہو گا۔ اس کا بن کے دکھانا ہو گا۔ اس کی راہ پر چلنا ہو گا۔ اپنے ارادوں اور خوابوں کو اس کی رضا کے تابع کرنا ہو گا۔ گویا خدا کا بن کے دکھانا ہو گا۔
لیکن اپنے خدا سے رشتہ جوڑنے کے لیے خود کو اس قابل بنانا ہو گا۔ ثابت کرنا ہو گا کہ آپ خدا سے ملنے کے لائق ہیں۔ اس سے جڑنے کے لیے تیار ہیں۔

خدا سے جڑنے کے لیے خود کو سنوارنا پہلا قدم ہے۔ جب تک خود کو سنوارنے کی طرف دھیان نہیں دیں گے خدا بھی آپ کی طرف دھیان نہیں دے گا۔ ایک بار اُس کا دھیان آپ پر پڑ گیا تو دنیا کا دھیان آپ سے ہٹے گا ہی نہیں۔

تو پھر کامیابی کا فارمولہ سمجھ میں آیا؟

خود کو سنوارو -1

خدا سے جڑ جاؤ -2

خدا کے ہو جاؤ -3

-4 دنیا خود بخود تمہاری ہو جائے گی۔ ساری کامیابیاں، ساری عزتیں، ساری

خوشیاں، ساری ترقیاں خود بخود آپ کی جھوٹی میں آن گریں گی۔

اگر خود کو سنوارنا ہی ساری کامیابیوں کا نقطہ آغاز ہے تو پھر خود کو سنوارنے کی سائنس کو کہاں سے سیکھیں؟ میں نے کئی سال پہلے یہی سوال بابا فریدؒ سے پوچھا۔ ان کا جواب کچھ یوں تھا۔

فریدا راتیں وڈیاں دھکھ دھکھ اٹھن پاس
دھرگ تھاں دا جیویا ، جھاں وڈانی آس
بابا فریدؒ: میخبنت گرو

کچھ لوگ زندگی کو ایک لمبی رات کی طرح سمجھتے ہیں اور رات بھروسے رہتے ہیں۔ پہلو بدلت کے ان کے جسم میں دردیں شروع ہو جاتیں ہیں۔ لیکن ان دردوں کے باوجود وہ نیند سے بیدار نہیں ہوتے۔ انھیں سونے میں، گویا درمیں مرا آتا ہے۔
یہ لوگ پتہ ہے کیوں سوئے رہتے ہیں؟ کیونکہ انھیں لگتا ہے کہ اگر وہ سوئے رہیں گے تو ان کے حصے کے کام کوئی اور کرتا رہے گا۔

یہی ہے زندگی سنوارنے کا پہلا اصول۔ اپنی زندگی کی ذمہ داری اپنے ہاتھ میں لینا۔ دوسروں پر آس امید نہ رکھنا۔ جو لوگ دوسروں سے توقعات باندھتے ہیں، ان کے جیسے کو تو بابا فریدؒ جینا ہی نہیں سمجھتے۔ زندگی تب سنورتی ہے جب انسان کی ساری امیدوں کا محور و مرکز خود اس کی اپنی ذات ہو۔

لیڈر شپ گرو سلطان با ہو کے خیالات بھی کچھ اسی قسم کے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

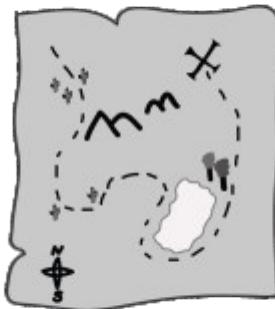
گندم دانا بہتا چلیا ہُن گل پی ڈور ازل دی ھو
غیر دے ہتھیں سٹ کے با ھونہ رکھئے امید فضل دی ھو
سلطان با ھو: لا گف کوچ

غیر کے ہاتھوں میں اپنی کامیابی کی ڈور تھا کے پھر اچھے کی توقع رکھنا بے وقوفی کے علاوہ کچھ نہیں۔ اپنی صلاحیتوں کو نکھارنے کی، اپنا ناج بڑھانے کی، اپنے ہنر کو کمال کے درجے تک پہنچانے کی، اپنی سوچوں کو بلند رکھنے کی، اپنے ٹینٹ کو نکھارنے کی ساری کی ساری ذمہ داری صرف اور صرف ہماری ہے۔ کسی اور کی نہیں۔

جتنی جلدی آپ اس بات کو پلے باندھ لیں گے بابا فریدؒ اتنی جلدی آپ کی زندگی سنبور جانے کی گارنٹی دے دیں گے۔

دوسرا پڑاؤ

مشن کی تلاش



-06-

مشن امپوسیبل

چار گوائیاں ہنڈھ کے، چار گوائیاں سم
لیکھا رب منگیسا: توں آیوں کیہڑے کم؟
بابا فریدؒ: میجنٹ گرو

”میں کون ہوں؟ دنیا میں کس لیے آیا ہوں؟ کیا میرے آنے کا کوئی خاص مقصد ہے؟
کیا میں اس مقصد کی طرف بڑھ رہا ہوں؟ کیا میں اس مقصد کو پورا کر پاؤں گا؟“
ان سوالوں نے کبھی نہ کبھی ہم سب کو ضرور جھنجھوڑا ہو گا۔ میں یہ مان ہی نہیں سکتا کہ ہم
میں سے کوئی بلاوجہ اس سیارے پر اُتار دیا گیا ہو۔ تو پھر اس مقصد کی تلاش کیسے کی جائے؟ اسے
کہاں سے ڈھونڈا جائے؟

اس مقصد کی پہچان کا عمل خود کی پہچان سے شروع ہوتا ہے۔ اگر خود کو جان جائیں گے تو اپنے ہدف اپنی منزل اور اپنے گول کی خود بخود سمجھ آجائے گی۔

اپنے آپ کی پہچان، ترقی، خوشحالی اور کامیابی کی پہلی سیر ہی ہے۔ اپنی پہچان کے لیے ہمیں آئینے کی بجائے اپنے اندر جھانکنے کی جرأت کرنی چاہیے۔ باہر کے آئینوں کی بجائے دل کے آئینے پہ بھروسہ کرنا چاہیے۔ اپنے اندر جھانکنے میں گوپتہ چلے گا کہ آپ کتنے مالا مال ہیں۔

اپنے اندر جھانکنے سے کیا ملے گا؟ آپ کے دل کی گہرا نیوں میں کہیں خدا نے چھپا کے رکھ دیا ہے، آپ کی زندگی کا مقصد۔ خدا کی طرف سے آپ کو دیا گیا مقصد۔ یہ مقصد آپ کے جینے کی وجہ ہے۔ آپ کے اس سیارے پہ اُتارے جانے کا سبب ہے۔ خود کی پہچان دراصل اسی مقصد کی پہچان ہے۔

دل کے آئینے میں تسلسل سے جھانکتے رہنے سے آپ پہ عیاں ہو گا کہ اس مقصد کو پانے کے لیے جو کچھ آپ کو درکار ہے وہ سب بھی آپ کے اندر ہی دستیاب ہے۔ ہر تالے کی چابی آپ کے اندر ہے۔

جب آپ اپنے دل میں جھانکتے ہیں تو آپ کی ذات میں دو تبدیلیاں آتی ہیں۔ یہ دو تبدیلیاں اس بات کی نشانی ہیں کہ آپ ”دل کی صفائی“ کے عمل سے گزر چکے ہیں۔

مٹھی پریت انوکھڑی لگ رہی
گھڑی پل نہ یار وسارنی ہاں
بلھا! شوہ تے سکلی میں ہوئی
سُتّی جاگدی یار پکارنی ہاں
بلھے شاہ: لیدر شپ گرو

- 1 آپ کا رُخ دوسروں کی خدمت کی طرف مڑ جاتا ہے۔
-2 آپ کا رُخ خدا کی طرف مڑ جاتا ہے۔

دوسروں کی خدمت اور خدا سے ناط دراصل ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ جب آپ دل کی گہرائیوں میں اُترتے ہیں تو آپ کو خدا سے رشتہ جوڑنے کا موقع ملتا ہے۔ اور جیسے ہی آپ اس سے لوگاتے ہیں، انسانیت کی خدمت، دوسروں کے لیے کچھ کرگزرنے کی خواہش خود بخود دل میں جڑ پکڑنے لگتی ہے۔ خدا کی طرف رُخ کرنا اور دوسروں کی خدمت کرنا ایک ہی ندی کے دو کنارے ہیں۔ ان میں سے جس سے بھی آپ پہلے مل جائیں وہ دوسرے سے آپ کی ملاقات خود ہی کروادیتا ہے۔

اگر آپ کے دل میں کبھی بھی دوسروں کے لیے کچھ کرنے کا احساس جا گا ہو سمجھ جائیے اس لمحے آپ اپنے صاف دل اور پاکیزہ نیت والے اندر کے انسان کو پہچان رہے تھے۔ اس لمحے میں آپ خدا کے قریب تھے۔ جس وقت کوئی انسان زمین پر بستے والے اربوں لوگوں میں سے کسی ایک کے لیے بھی کچھ اچھا کرنے کا سوچے، اس کے دل میں دوسروں کے لیے آسانیاں پیدا کرنے کا خیال جگکائے، سمجھ لیجئے خدا نے اس کے دل میں گھر کر رکھا ہے۔

لیکن جس لمحے میں آپ صرف خود کے بارے میں سوچتے ہیں، دوسروں کو سروں دینے کی بجائے، سیلف سروں پر مائل ہوتے ہیں سمجھ لیجئے یہی وہ لمحہ ہے جب آپ خدا کی اپنے دل میں موجودگی سے غافل ہو جاتے ہیں۔

مقصد کی تلاش کیوں ضروری ہے؟

آج سے تقریباً پندرہ سال پہلے جب میں کامیابی کی تلاش میں بھٹک رہا تھا اور باوجود کوشش کے ایک انج بھی آگے بڑھنیں رہا تھا۔ بابا فریدؒ نے مجھے چھنچھوڑ کے رکھ دیا۔

”اگر اس نے پوچھ لیا کہ تمہیں کس کام سے بھیجا تھا اور تم کن کاموں میں پڑ گئے تو کیا

جواب دو گے؟“

”تو آئیوں کیہڑے کم؟“ ایک ویک اپ کا لہر ہے۔ ایک الارم ہے۔ اس کا جواب دینے کے لیے دل کے اندر جھانکنا پڑے گا۔ دل میں اندر ہیرا ہو گا تو کچھ دکھائی نہیں دے گا۔ لہذا آسان یہی لگے گا کہ الارم کو ”سنور“ بنن پاگا کے، سٹریٹ لائٹ کی روشنی میں چابی ڈھونڈنے میں گم ہو جاؤ۔

لیکن بقول بابا بلھے شاہ، جدول کی صفائی کی ٹھان لے خدا کے تمام وعدے اس کے لیے تجھ ہو جاتے ہیں۔ پورے ہو جاتے ہیں۔

پا کیزہ نیت اور صاف دل والے لوگ ہی علم اور عمل کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ دل کی صفائی کے لیے نیت اور کوشش کا اخلاص ضروری ہے۔ آپ سچی کوشش کریں گے تو اندر ہیرے چھٹ جائیں گے اور آپ کو نظر آجائے گا، دل کی دیواروں پر لکھا ہوا آپ کی زندگی کا مقصد۔ وہ مقصد جسے آپ کے خالق نے آپ کے لیے چنان ہے۔ بلکہ یوں کہنے دیجئے کہ جس مقصد کے لیے اس نے آپ کو پختا ہے۔

علم و عمل انہاں وچ جیہڑے اصلی تے اثباتی ہو
چودہ طبق دلے دے اندر باھو پا اندر دی جھاتی ہو

سلطان باھو^۲: لاَفْ كُوچ

-07-

مقصد سے عشق

قطرہ و نجخ پیا دریا وے تاں اوہ کون کھاؤے؟
جس تے اپنا آپ گواے آپ اوہ بن جاوے
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

سمندر کی موجودوں میں شدید طغیانی تھی۔ لہریں سمندر کے دامن سے نکلتیں اور کنارے سے ٹکراتے ہی پاش پاش ہو جاتیں۔ ایک لہر نے خوفزدہ لمحے میں دوسری لہر سے کہا ”مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔ اتنے بڑے سمندر میں، میں ایک معمولی سی لہر ہوں۔ میں کنارے سے ٹکراتے ہی ختم ہو جاؤں گی۔ کیا میری زندگی بس اتنی ہی ہے؟ کنارے سے ٹکراوں گی اور بس؟“ دوسری لہر نے مسکرا کے جواب دیا ”اپنے آپ کو پہچانو، تم ایک لہر نہیں ہو ایک بڑے

سمندر کا حصہ ہو بلکہ... تم ہی سمندر ہو۔“

لہر خود کو لہر سمجھتی رہے گی تو اپنی نگاہوں میں بُ وقتِ ٹھہرے گی، لیکن جیسے ہی اس کو احساس ہوتا ہے کہ وہ ایک بہت بڑے سمندر کا، ایک بڑی تصویر کا، ایک بڑے عزم کا اور ایک بڑے خواب کا حصہ ہے وہ نہ صرف اپنے اندر اعتمادِ محسوس کرتی ہے بلکہ اس کا سفرخیز سے بلند ہو جاتا ہے۔

”میں ایک لہر ہوں۔“

”میں ایک سمندر ہوں۔“

یہ دونوں جملے بار بار دھرائیے۔ دونوں جملے بولتے ہوئے کیا آپ کو اپنے اندر کے احساسات کی شدت میں فرقِ محسوس ہوتا ہے؟ لہر جب خود کو سمندر سمجھنے لگتی ہے تو اسے خود کے امر ہو جانے کا احساس ہوتا ہے۔ اسے پتہ چلتا ہے کہ وہ کبھی مرے گی نہیں۔ وہ زندہ رہے گی اپنے عزم، اپنے مقصد اور اپنے مشن کی صورت میں۔

لیڈر شپ لہر سے سمندر تک کے سفر کا نام ہے۔ جب تک کوئی شخص خود کے اندیشوں اور وسوسوں پر دھیان دیتا رہتا ہے، اپنے اندر کے گوہ سے ناواقف رہتا ہے۔ لیکن جیسے ہی وہ خود سے اوپر اٹھ کے اپنے آپ کو کسی بڑے مشن یا خواب کا حصہ بنالیتا ہے اس کی صلاحیتوں کو جلا مل جاتی ہے۔ اس کے حوصلوں کو نوید مل جاتی ہے۔ اس کے جذبوں کو سچائی مل جاتی ہے۔ اس کی امید دوسروں کی نگاہوں میں جنم گانے لگتی ہے۔

جب عبدالستار ایڈھی اپنے مسائل سے اٹھ کر دوسروں کی خدمت کے خواب میں گم ہو جاتا ہے تو انسانیت کی خدمت اس کی پہچان بن جاتی ہے۔ جس مشن میں آپ اپنا دل لگانے لیتے ہیں لوگ آپ کا نام اسی مشن سے جوڑ دیتے ہیں۔ آپ لہر کی بجائے سمندر کے نام سے پہچانے جانے لگتے ہیں۔

آپ کی موجودہ شناخت کیا ہے؟

کون سا مقصد، کون سا خواب، کون سا ہدف، کون سا مشن اختیار کر کے آپ اپنی پہچان
 کو قطرے سے اٹھا کے سمندر کے درجے تک پہنچ سکتے ہیں؟
 کون سا مشن آپ کے دل میں نئی ترنگ جگاتا ہے؟ کس خواب کو سوچ کے آپ کے
 دل میں خوشی کے شادیا نے بجتے ہیں؟ کس بڑی تصویر کا حصہ بننے کی آرزو آپ کو سونے نہیں دیتی؟
 کس بڑی عمارت کی ایک ایسٹ بننے کی جستجو آپ کی تو انہیوں کوئی سوت دیتی ہے؟
 یاد رکھئے! جس مشن میں آپ گم ہو جائیں گے، وہ مشن آپ کو دنیا کی نگاہوں میں
 ”گمشدہ“ نہیں ہونے دے گا۔ جس خواب کو پورا کرنے میں آپ اپنی جان لڑادیں گے، وہ کبھی
 آپ کو جان سے جانے نہیں دے گا۔ جس ہدف کے تعاقب میں آپ سر دھڑکی بازی لگادیں گے
 وہ کبھی آپ کو ہارنے نہیں دے گا۔ جس آرزو کو سچ کر دکھانے میں آپ خود کو گنوادیں گے وہی آرزو
 دنیا کا آپ کے قدموں میں ڈھیر کر دے گی۔

قطرے کی سوچ سے نکلئے۔ دریا کی سوچ اپنائیے۔ اپنے عزم کے دریا کو ڈھونڈئیے،
 اپنے خواب کے سمندر میں کو جائیے۔ آپ کی اپنی نگاہوں میں آپ کی شاخت بد لے گی تو زمانہ
 آپ کو اس نئی شناخت سے پہچانے لگے گا۔

آپ کی زندگی کامش کیا ہے؟ کیا اس مشن میں فنا ہونے کے خیال سے آپ کو مرا آتا
 ہے؟ کیا آپ کو اس مشن سے عشق ہو گیا ہے؟ کیا اس عشق میں گم ہونے کو دل چاہتا ہے؟
 کیسے پتہ چلے گا کہ آپ قطرے سے دریا تک اور لمب سے سمندر تک کا سفر شروع کرنے
 کے لیے تیار ہیں؟ مشن سے عشق کی کیا نشانیاں ہیں؟

جس دل اندر عشق سمانا اوس نہیں پھر جانا
توڑے سوہنے ملن ہزاراں، ناہیں یار وٹانا

وارث شاہ: لاکف سٹریٹجست

ایک بار آپ نے اس مشن کو چون لیا تو سمجھ لیجئے وہ مشن بھی آپ کو چون لیتا ہے۔ وہ مشن آپ کو اپنی محبت میں کچھ ایسے سینچ لیتا ہے کہ اس کے علاوہ آپ کچھ اور کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔

کتنی ہی نوکریاں، کتنے ہی عہدے، کتنے ہی پیسے، کتنے ہی انعام و اکرام آپ کے پیروں میں بچھادیئے جائیں آپ آنکھ اٹھا کر ان کی طرف نہیں دیکھتے تمام بڑے بڑے کامیاب لوگ جو قطرے سے دریا بن گئے، اپنے مشن سے عشق کے راستے کے راہی تھے۔

وہ اپنے مشن کا، اپنے عشق کا سودا نہیں کرتے، اپنے 'محبوب' (خواب) کے بدالے میں ان کو کچھ بھی پیش کر دیا جائے وہ اس خواب سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہوتے۔

دوسری نشانی:

عشق جہاں دے ہڈیں رچیا اوہ رہندے چُپ چُپاتے ہو
لوں لوں دے وچ لکھ زباناں اوہ پھردے گونگے باتے ہو
سلطان باھو: لاکف کوچ

جن کی نگاہوں میں خواب اور دل میں مشن ہو، وہ ہر لمحے عشق سے لبریز رہتے ہیں۔
ان کی چال ڈھاں، اٹھنا میٹھنا، جا گنا سونا ہر چیز سے ان کا عشق جھلکتا ہے۔

ان کے دل میں ٹھاٹھیں مارتا عشق کا سمندر پوری دنیا کو چیخ چیخ کے بتاتا ہے کہ یہ عام مشن نہیں ہے۔ ان کا اپنے کام سے، خواب سے، مشن سے عشق چھپائے نہیں چھپتا۔ وہ لاکھ پر دے ڈالیں دنیا جان جاتی ہے کہ ان کے خمیر میں کس عشق کی خوبی ہے۔

عشق کی اس خوبی سے وہ دنیا کو معطر کرتے ہیں۔ چاہے ان کا عشق دنیا سے بیماری کا خاتمه ہو یا غربت کا، لوگوں کی زندگیوں میں خوشیاں بھرنے کا مشن ہو یا ان کے غم گھٹانے کا، مشن تعییم کو ہر بچے تک پہنچانے کا ہو یا ہر انسان تک صحت بخش پانی پہنچانے کا، عشق کا تعلق عورتوں کی تحریم کی حفاظت ہو یا ہر انسان کو برابر حقوق دلانے کا، مقصد ٹینکنا لوگی سے زندگیاں آسان بنانے کا ہو یا پچھڑوں کو آپس میں جوڑنے کا، مشن تیبیوں کی کفالت کا ہو یا بے آسر اجبروں کو پناہ دینے کا، مشن اپنی تحریروں سے مسکراہٹیں بکھیرنے کا ہو یا اپنی ایکنگ سے اُچھوتے سوالوں کا جواب دینے کا، مشن دہشتگردی کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے کا ہو یا سرحدوں کو دشمنوں سے محفوظ بنانے کا، مشن اپنے ماں باپ کو ان کی قربانیوں کے صلے میں ایک اچھی زندگی دینے کا ہو یا پورے ملک کے بچوں کے مستقبل کو سنوارنے کا..... آپ جس مشن کو اپنا بنائیں گے، وہ مشن آپ کو اپنا بنائے گا۔ اس ‘محبت’ کے قصے آپ کے لوں لوں میں رقص کریں گے۔ اور پکار پکار کر آپ کے عشق کی کہانی کو زبانِ زدِ عام کر دیں گے۔

اگر آپ نے آج تک اس درجے کا عشق نہیں فرمایا تو جان لیجئے کہ زندگی کا اصل ذاتِ حق آپ نے آج تک چکھا ہی نہیں۔ میں اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا خود میرے فیورٹ مینجنٹ گرو سلطان باہوؒ مراتی ہیں:

جس دل عشق خریدنہ کیتا سو دل درد نہ پھٹی ہو
اس دل تھیں سنگ پتھر چنگے جو دل غفلت الی ہو

سلطان باہوؒ: لائف کوچ

اپنے عشق سے آنکھیں چرانے والے شخص سے تو پتھر بہتر ہیں۔ اگر آپ کے دل میں اس کا نات میں لئے والے انسانوں کی زندگی کے کسی پہلو کو سنوارنے کا عزم نہیں تو آپ میں اور سڑک کنارے پڑے کسی پتھر میں ذرا برابر فرق نہیں۔ اس پتھر سے جو چیز آپ کو بہتر بناتی ہے وہ آپ کی دوسروں کے درد کو سمجھنے کی صلاحیت ہے۔ لیکن جس دل میں کسی کے درد کو سمجھنے یا اس کا مدعاوا کرنے کی آرزو ہی نہ ہو اس پتھر دل سے تو واقعی پتھر لا کھ درجہ بہتر ہیں۔

تیسرا نشانی:

مشن سے عشق کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ آپ کے دوست احباب، والدین، قربی ساتھی، استاد اور کوچ سب آپ کو لاعلاج قرار دے دیں۔ وہ سب بے بُی سے کہہ اٹھیں کہ آپ کو اپنے پا کیزہ مشن سے ہٹانے کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ وہ بے بُس ہو کے چیز اٹھیں کہ آپ کے عشق کا ان کے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

وارث شاہ اوتحے نہیں پھرے منتر
جتھے عشق نے دنیاں ماریاں نیں
وارث شاہ: لاکف سڑ بیجٹسٹ

کوئی منتر، کوئی تعویذ، کوئی پڑھائی آپ کے دماغ سے اپنے مشن کا بہوت اُتارنا پائے۔ ساری دنیاں رایگاں چلی جائیں، سبھی علاج بے کار چلے جائیں۔ سارے حکیم، معانج گھٹھنے ٹیک لیں، سبھی طبیب اپنا بوریا بستر گول کر جائیں تب جا کے وارث شاہ مانیں گے کہ دنیا کو سنوارنے کا آپ کا ہدف کھرا ہے، خالص ہے، پاکیزہ ہے۔

کیا آپ کا عشق ان تینوں نشانیوں پر پورا اُترتا ہے؟

کیا آپ اپنے عشق کے بد لے بڑے سے بڑے سودے کو ٹھکرانے کے لیے تیار ہیں؟
کیا آپ کا عشق کسی طور آپ سے پچھپائے نہیں پچھپتا؟
کیا آپ سمجھتے ہیں کہ اپنے خوابوں اور مشن کے معاملے میں آپ مکمل طور پر لا علاج ہو
چکے ہیں؟

اگر تینوں سوالوں کا جواب ہاں ہے تو مبارک ہو! آپ اپنی زندگی کے اصل ہدف کے
قریب ہوتے جا رہے ہیں۔ اپنے مشن سے یہ عشق ہی خدا کی بارگاہ میں سرخو ہونے کی کنجی ہے۔

-08-

لکن

راہِ عشق دا سوئی دانگا ، دھاگا ہوویں تاں جاویں
 کہے حسین بے فارغ تھیویں، خاص مراتبہ پاویں
 شاہ حسین[ؒ]: سکسیں کوچ
 شاہ حسین[ؒ] کے ہاں کامیابی کا مفہوم بڑا سادہ ہے۔

پہلا قدم:
 عشق کی راہ کا انتخاب:

وہ کام کرنا جسے کرنے میں آپ کو عشق جیسی لذت ملے۔ جسے کرتے ہوئے وقت
 گزرنے کا احساس نہ رہے۔ ایسا محبت بھرا کام جسے کرنے سے تھا وٹ کا احساس نہ ہو۔ جسے

کرنے کا سوچ کے ہی آپ خوش ہو جائیں۔ جسے بغیر معاوضے کے بھی آپ اپنے لینے کرنے کو تیار ہوں۔

دوسرا قدم:
کامیابی کی قیمت کا تعین کرنا:

عشق کی راہ چونا آسان ہے لیکن عشق بھانا مشکل ہے۔ بہتر ہے نکلنے سے پہلے اچھی طرح دیکھ لیں کہ عشق بھانے کی کیا قیمت چکانی پڑے گی۔ شاہ حسینؒ کے بقول سوئی کے نکے سے گزرنا پڑے گا۔ یہ سن کے ہی کئی لوگوں کے عشق کا بہوت اُتر جاتا ہے۔

تیسرا قدم:
ثابت قدمی:

قیمت جاننے کے بعد ثابت قدم کے سواباقی سب دکان سے خالی ہاتھ مر آئیں گے۔ اپنے عشق میں پکا شخص جان لے گا کہ دھاگہ بنے بغیر سوئی کے نکے سے گزرنا ممکن نہیں۔ وہ دھاگہ بننے کی تیاری کپڑ لے گا۔ اسے پتہ ہے یہ کٹھن کام ہے۔ وہ جانتا ہے اس میں تکلیف ہو گی۔ لیکن اسے اپنے عشق پہ مان ہے۔ وہ پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے۔

چوتھا قدم:
مشن کی تتمیل:

سچا عاشق مشن کی تتمیل تک سکون سے نہیں بیٹھتا۔ وہ تھکنے والا، رکنے والا نہیں ہوتا۔ جب وہ اپنے ہدف کو پالیتا ہے تو کامیابی کا وہی مقام و مرتبہ اس کو مل جاتا ہے جس کا اس نے خواب سمجھا تھا۔

جب کامیابی کی قیمت سن کے سب کے ہاتھ پاؤں پھول جاتے ہیں، تب کوئی ایک شخص کیوں کھڑا رہتا ہے؟ منزل کی آرزو تو سمجھی کو ہے لیکن منزل کی سختیوں کا تصور کر کے زیادہ تر لوگ راہِ فرار اختیار کر جاتے ہیں۔ پتہ ہے کیوں؟
یہ سوچ کے کہ خود کو بدلنا پڑے گا۔

جیسے اس وقت ہیں، ایسے ہی رہے تو وقدم نہ اٹھا پائیں گے۔ تبدیلی سے ڈرنے والے اپنے خول میں قید رہتے ہیں۔

رات اندر ہیری کالی دے وچ عشق چراغ جلیدا ہو
تھل جل جنگل گئے جھگیندے کامل نینہہ جہاں دا ہو
سلطان با ہو: لائف کوچ

جو لوگ اپنے مقصد سے مخلص ہوتے ہیں۔ مایوسی، ناکامی اور نامرادی کی اندر ہیری راتوں میں ان کے مشن کی محبت ایک چراغ بن کر انھیں راستہ دکھاتی ہے۔ مقصد کی سچائی انھیں حوصلہ دیتی ہے کہ وہ اپنے ہدف کو پا کر رہیں گے۔ چاہے اس کے لیے انھیں جنگلوں، پانیوں اور صحراؤں کا سفر بھی کرنا پڑے۔

سفر کی مشکلات جھیلنے کے پیچھے آخران کی کیا موتی ویشن ہوتی ہے؟
انھیں اپنے پروردگار کے چند وعدے یاد رہتے ہیں جو ان کے جذبے کا ٹینک خالی نہیں ہونے دیتے۔ وہ وعدے کیا ہیں؟

صبر کریں نا امید نہ ہو ویں لیسیں اجر جنابوں
 مَثْهَىٰ كُمْ هُوَنَ رَحْمَانِي ، بَهْتَرَ كَارِ شَتَابُونَ
 میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

پہلا وعدہ:

اگر تم مشکلات میں صبر سے کام لو گے اور باوجود سخت تکلیفوں اور رکاوٹوں کے امید کا
 دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑو گے تو تمھیں لازماً اس کا اجر اپنے پروردگار کی طرف سے ملے گا۔

دوسرਾ وعدہ:

اگر تمھاری نیت کھڑی ہے اور مشن بھی نیک ہے تو تمھارے کاموں کو پروردگار آسان کر
 دے گا۔ تمہارے مقاصد پر اپنی قبولیت کی مہر لگادے گا۔

خدا کے وعدوں کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ اپنے مشن کی راہ میں جو بھی کر رہے ہیں
 وہ کسی اور کے لیے نہیں ہے صرف خدا کی خوشنودی کے لیے ہے۔
 اگر ایک ٹریفک سار جنت یہ سمجھ کر ہر روز ڈبوٹی پہ کھڑا ہو کہ وہ یہ کام حکومت یا نوکری کے
 لیے نہیں بلکہ اپنے خدا کی رضا کے لیے کر رہا ہے تو اس کے اجر کی ذمہ داری پھر اُس کے باس، یا
 ادارے کی بجائے خود خدا اپنے ذمہ لے لیتا ہے اور خدا سے بہتر اجر کون دے سکتا ہے؟

-09-

عشق کا امتحان

کچ وی منکا لعل وی منکا اکو رنگ دوہاں دا
جد صرافاں اے گے جاوں فرق ہزار کوہاں دا
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

لیڈر شپ کے دعوے تو کوئی بھی کر سکتا ہے۔ پتہ تب چلتا ہے جب لیڈر کے سامنے کڑا امتحان ہو۔ لیڈر کی ساکھ داؤ پکی ہو، سب کی نظریں لیڈر پلے گئیں ہوں۔ اس لمحے میں صاف عیاں ہو جائے گا کہ لیڈر کے اندر دم ہے یا نہیں۔
کاچ اور ہیرے میں عام آدمی فرق نہیں کر پاتا۔ دکھنے میں تو دونوں ایک سے ہی لگتے ہیں۔ لیکن امتحان کی گھٹری میں، ماہر صرافوں کی گمراہی میں، جب دونوں کو پرکھا جائے تو دودھ کا

دودھ اور پانی کا پانی ہو جاتا ہے۔

لیڈر شپ میں سب سے اہم چیز کھرا پن ہے۔ اپنی اور دوسروں کی نظر میں ایک کھرے انسان کی حیثیت سے جانے جانا ہے۔ کھرے لیڈر اپنی سوچ، نیت اور عمل میں خالص ہوتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھیوں کا بھروسہ حاصل کرتے ہیں۔ اپنے قول و فعل میں ایمانداری کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ اپنی غلطیوں کو چھپاتے نہیں۔ وہ غلطی پہ معافی مانگنے میں ہچکپاتے نہیں۔ وہ دوسروں کا بھروسہ نہیں توڑتے۔ کھرے لیڈر دوسروں کو عزت دیتے ہیں۔ دوسروں کو عزت دینے میں کبھی وہ خود کی توہین محسوس نہیں کرتے۔

کھرے اور کھوٹے لیڈر میں فرق کا پہتہ امتحان کی گھٹری میں لگتا ہے۔ امتحان کی گھٹری سارے پول کھول دیتی ہے۔ ٹھیٹ کے کسی لمحے میں کھوٹے اور کھرے لیڈر میں فرق صاف واضح ہو جاتا ہے۔

پھس گئی جان شکنجے اندر جیوں ویلن وج گنا
رونوں کنو ہن رو محمد، ہن بے رویں تاں مناں
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

کھرے لیڈر کر دکھانے والے، ڈٹ جانے والے اور جم جانے والے ہوتے ہیں۔ انھیں مشکل صورت حال کو اپنے حق میں بدلا آتا ہے۔ وہ اعصابی جنگ میں جیتنے کے سوا اور کچھ جانتے ہی نہیں ہیں۔ جس مشکل میں کھوٹے لیڈر کے ہاتھ پھول جاتے ہیں، ہیرانما کھرالیڈر اطمینان سے معاملات کو سلیحاتا ہے۔ جب کانچ نما، کھوٹے لیڈر کی ہوا یا اُڑی ہوتی ہیں، کھرا لیڈر کھڑا رہتا ہے۔

یاد رکھئے، جو آپ نہیں ہیں کبھی وہ بننے کی کوشش نہ کریں۔ یہ میں نہیں کہہ رہا بلکہ یہ

میرے گروہیاں محمد بخش کی تھیوری ہے۔

جو آپ نہیں ہیں وہ بنے کے چکر میں آپ اپنی توانیاں ضائع کرتے ہیں۔ اسی طاقت کو

جو آپ ہیں اسے نکھارنے میں لگا دیجئے۔ وگرنہ بیچ چورا ہے کسی دن سب کے سامنے آپ کی کھوٹی لینڈر شپ کا بھانڈا بچوٹ جائے گا۔

-10-

میری کہانی

لکھ ہزار بھار حسن دی خاکو وچ سماںی
 لاپریت اجھی محمد جگ تے رئے کہانی
 میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

لیڈر شپ نہیں کہ آپ کے ہوتے ہوئے آپ کے گھر، ادارے، کمپنی، یا ملک میں کیا
 ہوتا ہے؟ اصل لیڈر شپ یہ ہے کہ آپ کے بعد وہاں کیا ہوا؟
 لیڈر شپ کا امتحان شروع ہی آپ کے چلے جانے کے بعد ہوتا ہے۔ چلے جانے کے
 کئی معنی ہیں۔ آپ کا عارضی طور پر چلے جانا، آپ کا نوکری، کام یا ٹیم بدل لینا اور پھر آخر کار آپ کا
 دنیا سے چلے جانا۔

ایک کامیاب لیڈر وہ ہوتا ہے جو اپنی غیر موجودگی میں بھی وہ کر دکھائے جو اس کی موجودگی میں ممکن ہو۔ یہ تب ہوتا ہے جب لیڈر کا مشن اس کے لوگوں کے دلوں میں بھی اُتر جائے۔ اور ساتھ ہی ساتھ وہ ایسا سسٹم، پراسس اور نظام قائم کر جائے کہ اس کے بعد بھی نئے باصلاحیت لیڈر ترتیب پاتے رہیں۔ مشن آگے بڑھتا رہے۔ جاری و ساری رہے۔ بالکل اسی شدت سے جس شدت سے لیڈر کی موجودگی میں، اُس کی زندگی میں تھا۔

کیا آپ نے ایسے لیڈر دیکھے ہیں جن کے ہوتے ہوئے کمپنی، کاروبار، ادارہ را کٹ کی طرح اور پڑھتا جاتا ہے۔ لیکن جیسے وہ گوچ کرتے ہیں سب کچھ دھرم سے نیچے گر جاتا ہے۔ ساری ترقی کی پینگ کی طرح زمین بوس ہو جاتی ہے۔

لیڈر شپ کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ آپ کے بعد آپ کے خاندان، آپ کے ادارے، آپ کے بزنس اور آپ کے ملک نے کیا پایا، کیا حاصل کیا؟ میں نے یہ بات کہاں سے سیکھی.....؟ بہت بعد میں جم کولن کی کتاب ٹپٹ ٹولاست سے اور بہت پہلے ریلیشن شپ گرو میاں محمد بخش سے۔

لیڈر کا کام ایسی ترقی اور کامیابی کی مضبوط بنیاد رکھنا ہے کہ اس کے جانے کے بعد بھی اس کی کہانی برقرار رہے۔ سنی جائے، سنائی جائے اور اس کی کامیابی کی کہانی ایک مثال بن کر باقی رہے۔ اس کی انپاریشن قائم و دائم رہے۔ یہ تب ممکن ہے جب لیڈر سارا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھا کے رکھنے کی بجائے اپنے ساتھ موجود لوگوں کو پھلنے پھولنے کا، آگے بڑھنے کا، سیکھنے کا موقع

دے۔

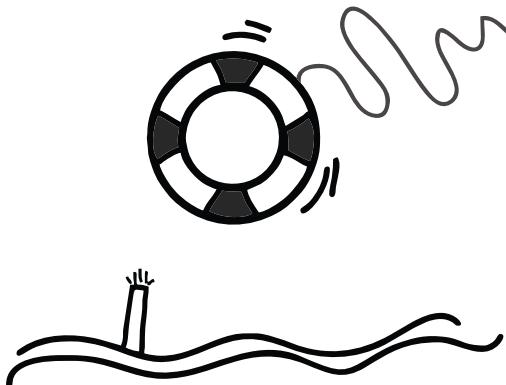
زندگی میں جہاں جہاں آپ دوسروں کے لیے ”لیڈر“، ہیں آپ آج ایسا کیا کر رہے ہیں کہ کل کو آپ کی کہانی باقی رہے؟ آپ کے خاندان کی کہانی، ادارے کی کہانی، ڈیپارٹمنٹ کی کہانی، کمپنی کی کہانی، کاروبار کی کہانی، دکان کی کہانی..... آپ کے بعد آنے والے لوگوں کو ایک مثالی کہانی کے طور پر سنائی جاتی رہے۔

آپ اپنا نشان کیسے چھوڑنا چاہتے ہیں؟ اس نشان کو چھوڑنے کے لیے آپ کیا کر رہے ہیں؟ اپنی کہانی کو زندہ رکھنے کے لیے آپ کس حد تک جانے کو تیار ہیں؟

بلھا! شوہ پڑیے
غفلت چھوڑ کجھ حیله کریئے
بلھے شاہ: لید رشپ گرو

تیسرا پڑاؤ

خدا سر بط



-11-

خدا کی تلاش

جنگل جنگل کیا بھیوں، وَن کنڈا موڑیں
وَتی رب ہیا لیئے ، جنگل کیا ڈھونڈیں
بابا فریدؒ: میخبنت گرو

خدا کی تلاش میں ہلکان لوگوں کو بابا فریدؒ کا یہ پیغام مبارک ہو۔
اپنے رب کی کھوج میں جنگلوں میں بھٹکنے اور کانتوں کے منہ کو اپنے پاؤں سے مسلنے کی
بجائے اپنے دل میں جھانک کر دیکھو۔ تمہاری ملاقات خدا سے یہیں ہو جائے گی۔
وہ تمام لوگ جو اپنے پروردگار کو عباوتوں میں ڈھونڈتے ہیں ان کے لیے بابا بلھے شاہؒ کی
یہ ویک اپ کال کافی ہے۔

بھٹ نمازاں، چکڑ روزے، کلمے پھر گئی سیاہی
بلھے شاہ، شوہ اندرول ملیا، بھلی پھرے لوکائی
بلھے شاہ: لیڈر شپ گرو

پہلا قدم:
خدا کی کھوج میں نکنا:

نمازیں، روزے اور کلمے کا ورد خدا کے قرب کی گارنٹی نہیں ہے۔ بلھے شاہ کے خیال میں پوری دنیا خدا کو وہاں ڈھونڈتی نہیں رہی جہاں اس کے ملنے کا سب سے زیادہ امکان ہے۔
سلطان باہو چپ چاپ ہیں۔ ان سے بھی پوچھتے ہیں کہ خدا سے ملاقات کہاں ہو سکتی ہے تاکہ ہم اس سے جو جائیں، اس سے اپنے لیے کوئی کام پوچھیں اور پھر اس کی راہ پر چل ٹکیں۔
سلطان باہو کے خیالات دہلادینے والے ہیں:

نہ رب عرش معلیٰ اُتے نہ رب خانے کعبے ہو
نا ر رب علم کتابیں لبھیاں نہ رب ورق محرابے ہو
گنگا تیر تھیں مول نہ ملیا مارے پینڈے بے حسابے ہو
جد میں اندر جھاتی پائی چھٹے سب عذابے ہو
سلطان باہو: لائف کوچ

سلطان باہو بڑے وثوق سے کہہ رہے ہیں کہ عرش معلیٰ سے لے کے خانہ کعبہ تک، آسمانی کتابوں سے لے کے مسجد کی محرابوں تک، گنگا میں ڈکیاں لگانے سے لے کے میلوں پھیلی مسافتوں تک، مجھے خدا کہیں بھی نہیں ملا۔ لیکن جس لمحے میں نے خود کے اندر جھانا کا تب جا کے خدا

کی تلاش کا میر اسفر تمام ہوا۔

اس تلاش میں اب تک کامیاب نہ ہونے والوں کو بلھے شاہ کچھ اس طرح دلasse دیتے

ہیں۔

بلھے شاہ شوہ تینوں ملسوی، دل نوں دو دلیری
پتیم پاس تے ٹولنا کسی نوں؟ بھلیوں شہر دو پھری

بلھے شاہ: لیدر شپ گرو

جو چیز پہلے ہی آپ کے پاس ہے اس کو باہر جتنا مرضی ڈھونڈ لیں، وہ آپ کو کیسے مل سکتی
ہے؟

دوسرا قدم:

خدا سے جو نہیں:

خدا سے جڑنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ۔ پہلے خود سے جڑ جاؤ۔ یہ قدم زیادہ مشکل نہیں
ہے۔ اس لیے کہ جیسے ہی آپ کو خود کے اندر اس کی موجودگی کا یقین آ جاتا ہے۔ تو ہر لمحے وہ آپ کو
اپنی موجودگی کا احساس دلاتا رہتا ہے۔

البتہ خود سے نہ جڑ پانے والوں کو یہ قدم دودھ کی نہر نکالنے جتنا مشکل لگتا ہے۔ خود سے
جڑنے کا مطلب اپنے ہدف، اپنے مشن کی آگئی ہے اور مشن ہوتا ہی وہ ہے جو خدا کی رضا کے
قریب ہو۔

تیراقدم:

خدا کے کاموں میں لگ جانا:

خداء سے جڑنے کے بعد آپ سب سے پہلا کام یہی کرتے ہیں کہ اپنا مشن اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ آپ تقدیق چاہتے ہیں کہ یہ مشن اس کی نگاہوں میں منظور شدہ ہے۔ کیا اس پر اس کی قبولیت کی مہر ہے؟

اس نے قبولیت کی مہر نہ لگائی ہوتی تو وہ کبھی اس یقین کا احساس آپ کے دل میں ڈالتا ہی نہیں۔ کیونکہ اس مشن نے تو اسے آپ سے جوڑا ہے۔ یہ منظوری، دراصل آپ کی اپنے آپ کو اطمینان دلانے کی ایک کوشش ہے۔

آپ بار بار پوچھتے رہتے ہیں جب تک کہ وہ آپ کے دل میں اطمینان نہیں ڈال دیتا ہے کہ آپ صحیح راستے پر ہیں۔

چوتھا قدم:

خدا کے کاموں کو پورا کرنا:

جو کام اس نے آپ کے ذمہ لگادیئے، اب آپ کی سرتوڑ کو شش ہونی چاہیے کہ اپنے کاموں میں الجھ کر اس کے کاموں کو بھول نہ جائیں۔ نماز، روزے، اور دیگر عبادات اس کے کام نہیں۔ یہ آپ کے کام ہیں۔ اس کا کام تو کسی کی دعاؤں کی تکمیل میں آپ کا استعمال ہونا ہے۔ کسی کی آنکھوں میں آنسوؤں کی جگہ خوشیوں کی چمک لانے کی وجہ بنتا ہے۔ کسی کی اس تکلیف کو رفع کرنے میں مگن ہونا ہے جس سے چھٹکارے کی دعا اس نے خدا سے کی تھی۔ کسی کو اس کے حکم سے رزق پہنچانا ہے۔ اس کے حکم سے کسی کا رُکا ہوا کام کرنا ہے۔ اس کی تائید سے کسی بے روزگار کی نوکری کا بندوبست کرنا ہے۔ کسی بھوکے پرندے کے رزق کا اہتمام کرنا ہے۔ کسی یتیم کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھنا ہے۔

یاد رکھئے جب تک آپ اس کے کاموں کو پورا نہیں کریں گے، آپ اس کی بارگاہ میں سرخرو نہیں ہوں گے۔

اس کے کاموں میں لگ جائیں گے تو تکلیفیں آئیں گی۔ پریشانیاں جھیلنی پڑیں گی۔ ایسے میاں محمد بخش کا یہ پیغام آپ کی ڈھارس بندھائے گا۔

جہاں دُکھاں تے دلبر راضی ایناں توں سکھ وارے
دکھ قبولِ محمد بخشنا تے راضی رہن پیارے
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

-12-

تعمیر نو

ایہہ ویلا نہ آسی کڑیے، تھیں بہت خراب
 کہے حسین شوہ لیکھا پچھسی ، دیسیں کون جواب
 شاہ حسین: سکسیں کوچ

ہم اپنی زندگی کو خالق کے مشن کے ساتھ ہم آہنگ کریں نہ کریں ایک دن جانا تو اسی کی
 بارگاہ میں ہے۔ اس پرفارمنس اپریزیل، میٹنگ میں جب وہ ہماری کارکردگی کا سکور کارڈ ہمارے
 ہاتھ میں تھاۓ گا، تو کیا جواب دیں گے؟ جو ٹیلنٹ، صلاحیت اور پوپولریٹ اُس نے ہمیں تھے
 میں دیا تھا، ہم نے اُس کا کیا کیا؟

شاہ حسین آپ کو نیند سے جگانے کے لیے وارنگ دے رہے ہیں۔ جو وقت کی ریت

ہتھیلی سے پھسل رہی ہے، واپس کبھی نہیں آئے گی۔ ایک سانس کو ہم دوبارہ نہیں لے سکتے۔ اگر اس وقت کو جو ہاتھ میں ہے، ہم نے خدا کی راہ میں استعمال نہیں کیا تو انعام کیا ہو گا؟ کافی خراب ہو گا۔

یاد رکھیے!

- جو موقع اس وقت دستیاب ہے دوبارہ نہیں ملے گا۔
 - پروردگار آپ سے اپنے تھفون کا حساب ضرور مانگے گا۔
 - جواب ہر صورت دینا پڑے گا۔
 - اگر صحیح جواب نہ بن پڑا تو بڑی خواری ہو گی۔
- فیصلہ آپ نے کرنا ہے۔

اپنے رب سے ابھی رشتہ جوڑنا ہے یا نہیں۔ خدا سے رشتہ جوڑنے کے لیے بس اتنا کیجئے کہ اس کی دی صلاحیت کو اس کے لوگوں کی بھلانی میں خرچ کر ڈالئے۔ کچھ بھی بچا کے مت رکھئے۔ جو اس نے دیا اُسے آگے پھیلا دیجئے۔ یہی ایک طریقہ ہے اس کے سوالوں کا صحیح جواب دینے کا۔

آخر پچھوتا سیں کڑیے، اٹھ ہن ڈھول منا لے نی
کہے حسین فقیر نمانا، پوسائیں دے را ہے نی
شah حسین: سکسیس کوچ

یہ کتاب آپ کے ہاتھ میں ہونا اس بات کی گواہی ہے کہ آپ اپنے پروردگار سے رشتہ جوڑنے میں مغلص ہیں۔

میرے ابوایک دن مجھ سے اپنے کپڑے استری کروانا چاہتے تھے اور مجھے میرے دوست باہر کر کت پیچ کے لیے بلار ہے تھے۔ میں نے ابوکی بات سنی ان سنی کردی اور چکپے سے غائب ہو گیا۔ میں نے ان کا کام چھوڑ دیا اور اپنے کام میں لگ گیا۔

شام ڈھلے میں واپس آیا تو شرمندگی کے مارے ابو سے آنکھیں ملا پا رہا تھا۔ میں کافی دیر تک دروازے کے باہر گلی میں ہی ٹھلتا رہا۔ مجھے اندر سے پتہ تھا کہ میں نے ان کا دل دکھایا ہے۔ ان کے حکم کو نظر انداز کیا ہے۔ اپنے مزے کی خاطر میں نے انھیں دکھی کر دیا تھا۔ ہمت کر کے میں گھر کے اندر داخل ہوا۔ ابوحتہ پر رہے تھے۔ میں نے کن اکھیوں سے انھیں دیکھا۔ مجھے یقین تھا کہ انھوں نے مجھے نہیں دیکھا ہوگا۔

میں دل ہی دل میں اپنی غلطی کو سدھارنے کا فصلہ کر پکا تھا۔ میں خاموشی سے کمرے میں گیا۔ ان کا سوت نکالا اور استری کرنے لگ گیا۔ اس کے بعد بھی میری شرمندگی کم نہ ہوئی تو ان کی چادر اور ویسٹ کوٹ بھی استری کر ڈالی۔ دل ابھی بھی اندر سے دکھی تھا۔ میں نے ان کے کھستہ نما جو تے بھی پاش کرنے شروع کر دیئے..... میں ابوکو سر پر ائزد دینا چاہتا تھا۔

اچانک پیچھے سے کسی نے مجھے گلے لگایا اور سر پہ بو سہ دیا۔ یہ میرے ابو تھے، جو تے اور برش سے پیدا ہونے والے شور کی وجہ سے ابو سمجھ گئے تھے کہ میں اندر کوئی کارروائی ڈال رہا ہوں۔ ابو نے میرا چہرہ اپنی طرف گھما�ا۔ میں ابھی بھی ان سے آنکھیں نہیں ملا پا رہا تھا۔ انھوں نے شفقت سے میرے سر پہ ہاتھ پھیرا۔ مجھے مسکرا کے دیکھتے رہے اور پھر مجھے ڈھیروں دعا کیں دیں۔

اپنی مدد و دسوج اور چھوٹے چھوٹے ذاتی فائدوں کے لیے ہم اپنے مالک کے حکم کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ ہم چکپے سے 'غائب' ہو جاتے ہیں۔ وہ بھی تب جب اس کو ہماری ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم سے وہ کوئی بڑا کام لینا چاہ رہا ہوتا ہے، ہم اپنی معمولی ضرورتوں کے چکر میں گم ہو جاتے ہیں۔ وہ شائننار ارض بھی ہوتا ہو گا۔ اسے غصہ بھی آتا ہو گا۔ اسے احساس بھی ہوتا ہو گا کہ

ہماری نظر میں اس کے کام کی اہمیت کم ہے۔

دوسری طرف ہم اندر سے جانتے ہوتے ہیں کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ اس کی بارگاہ میں جانے سے، اس سے نظریں ملانے سے ڈر بھی رہے ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ہم اپنی شرمندگی کو عمل میں بدل دیں۔ اس کے کاموں میں جمعتِ جائیں۔ تو ہم چاہے چھپ چھپ کے اس کا کام کریں۔ وہ ہمیں ڈھونڈ لیتا ہے۔ ہمیں پیار کرتا ہے۔ ہمارے سروں پر اپنی رحمت کی چھت پھیلا دیتا ہے۔ ہمارے کاموں کو ہمراہ تھا ہے اور وہ ساری دعا میں پوری کر دیتا ہے جو ہمارے والدین نے ہمارے حق میں مانگی ہوتی ہیں۔

-13-

توکل

بنھ توکل پنچھی اڈ دے پلے خرچ نہ زیرا ہو
مول اخرچ پنچا دے باھو جو پتھر وچ کیرا ہو
سلطان باھو: لائف کوچ

خدا پ توکل کامیابی کے اہم رازوں میں سے ایک بہترین راز ہے۔ لیکن توکل کی سمجھ لیڈر شپ گرو، سلطان باھو سے بہتر کوئی اور سمجھا ہی نہیں سکتا۔
توکل باندھنا کیا ہے؟

یہ بھروسہ کہ میرا پور دگار مجھے خالی نہیں لوٹائے گا۔ میری ہمت نہیں توڑے گا۔ میری آس پوری کرے گا، میری جھوٹی بھردے گا، مجھے نا امید نہیں کرے گا، میری سنے گا، مجھ سے منہ

نہیں موڑے گا۔ میری فریاد کو روئیں کرے گا۔

تو کل باندھنے کی بہترین مثال پرندے ہیں۔ انسان تو کل کی محض پہلی منزل پر ہیں جس کی وضاحت اور پابھی میں نے کی ہے۔ یعنی میرا مالک میری مددگرے گا.....

پرندوں کی نگاہوں میں تو کل کا مطلب صرف نہیں کہ خدا سے امید رکھنی ہے۔ بلکہ تو کل کا دوسرا رخ یہ بھی ہے کہ گھونسلے میں بیٹھے بیٹھے خدا سے 'مطلوبات' کے پورا ہونے کی ڈیماڈ نہیں کرنی۔

تو کل کا دوسرا پہلو گھونسلے کے سکون کو خدا حافظ کر کے، ان دیکھی منزاوں کی طرف، بے یقینی کی سر زمین پر سر توڑ کو شش کر کے رزق کی 'تلاش' کرنا ہے۔ اپنے مقصد کی طرف قدم اٹھانا ہے۔ اپنے ہدف کی کھوج میں نکانا ہے۔ ہل جمل کرنی ہے۔ خدا کی دی ہوئی طاقت کو استعمال کرنا ہے۔ پروں میں چھپے اڑنے کے پیشش کوایکشن میں بدلتا ہے۔

گھونسلے کی نرمی اور اپنوں کی گرمی کو خیر باد کہہ کے سردی اور تکلیف کو گلے لگانا ہے۔ قدم پر آنے والی ناکامیوں اور پریشانیوں کو دل پر لگائے بغیر آگے بڑھتے جانا ہے۔ کسی کے انکار کو حرفاً آخنہیں سمجھنا۔ کسی الجھن کو حتیٰ نہیں سمجھنا۔ کسی دل شکنی کو دل پر نہیں لینا۔

تو کل کا مطلب مجھے تو یہی سمجھ آیا ہے کہ اپنے بس میں جو ہے اسے اس نیت اور یقین سے کرتے جانا کہ خدا میری کوششوں کا صلد ضرور دے گا۔

دوسری طرف خدا کا کرم اس قدر وسیع و عریض ہے، اتنا بے بہا ہے کہ میری طرح کے کتنوں کو بھی رزق پہنچاتا ہے جونہ اُس کے لیے کچھ کر ہے ہوتے ہیں نہ ہی اپنے لیے۔

البته کرم کی یہ صفت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ آپ کے بس میں تو کل ہے۔ اگر آپ نے تو کل کے فلاں کو صحیح طرح سے سمجھ لیا تو پھر آپ کے پلے چاہے کچھ بھی نہ ہو آپ اپنی اڑان اور خدا کے کرم کے طفیل وہ سب پائیں گے جو آپ کے خوابوں میں ہے۔

لیکن ایک بار پھر انسانوں کی بجائے پرندوں سے سیکھنے کا لمحہ آگیا ہے۔ جب وہ سب کچھ مل جائے جس کی خدا سے امید لے کے آپ نکلے تھے، تو گھر واپس ضرور آئیے۔ جو ملا اسے اپنے اہل و عیال، رشتہ داروں، قریبی دوستوں، دور کے عزیزوں اور معاشرے کے باقی مستحق لوگوں کے ساتھ شیر کجھے۔ اس ”توکل“ کے ساتھ کہ اگر آپ خالی ہاتھ، خالی جھوٹی دوبارہ اس کی دی ہوئی اڑان کی طاقت کو استعمال میں لا کے، خلوصِ دل سے، لگن سے، یقین سے، پچی جتنوں کریں گے تو وہ اپنے نژادوں سے ایک بار پھر آپ کی حیثیت، کوشش اور استحقاق کو مدد نظر رکھے بغیر آپ کو عطا کرے گا۔

جب مل جائے تو بابا بلھے شاہ کی طرح آپ بھی کچھ ایسا ہی کریں گا:

اٹ کھڑکے، دکڑ و بج، بتتا ہووے چلًا
آن فقیر تے کھا کھا جاون راضی ہووے بُلًا
بلھے شاہ: لیڈر شپ گرو

لوگ آئیں گے، آپ کے دستخوان سے اپنے حصہ کا کھائیں گے۔ کچھ اٹھا کے ساتھ لے جائیں گے۔ آپ کے چہرے پہ اطمینان بھری مسکراہٹ ہوگی۔ یہ یقین اور توکل ہو گا کہ بھی وہ آپ کے اس چولے کو ٹھنڈا نہیں ہونے دے گا جس سے اس کی مخلوق کا رزق وابستہ ہے۔

-14-

سازش!

صاحب دی کر چاکری ، دل دی لاد بھراند
درویشاں نوں لوڑیئے رُکھاں دی جیراند
بابا فریدؒ: میخمنٹ گرو

ہر لمحے بدلتی بزنس کی دنیا میں کسی اور چین نہیں۔ چاروں طرف لوگوں کی توقعات،
مسئل، چیلنج اور اکیلے آپ۔ آپ خوش قسمت ہیں اگر آپ کی ٹیم باکمال ہے، ساتھ بھانے والی
ہے، باصلاحیت ہے۔

جب چاروں طرف سے مسائل، تقدیر، منقی رویے، سازشیں آپ کو گھیر لیں تو ایسے میں
کیا کیا جائے؟

بابا فریدؒ سے مشورہ مانگتے ہیں۔

وہ فرماتے ہیں:

خود کو سر کاری یا پرائیوریٹ کمپنی کا ملازم سمجھنا چھوڑ دیں۔ اپنے رب کی نوکری کریں۔
ایک لمحے کے لیے سوچیں کہ آپ جو بھی کر رہے ہیں وہ اپنے باس، کشمیر یا ادارے کو خوش کرنے
کے لیے نہیں کر رہے بلکہ خدا کے لیے کر رہے ہیں۔ آپ خدا کو پورٹ کر رہے ہیں۔ ہر کام میں
آپ اسی کی خوشنودی کے آرزومند ہیں۔

آپ کے دل میں جو بھی بوجھ ہے اسے ایک لمحے کے لیئے اُتار پھینکئیے۔ آپ کے
ساتھ اب تک جو ہوا سے بھی ذرا بھلا دیکھئے۔ خود کو اپنے پروردگار کے سپرد کر دیکھئے۔ اس کی کمپنی،
میں چلے آئیے۔ خود کو اس کا براہ راست ملازم سمجھئیے۔ اس کی ٹیم میں شامل ہو جائیے۔ پھر دیکھئیں
کیسے برکت آجاتی ہے آپ کے ہر کام میں۔

جب آپ ایسے لیڈر بن جائیں جس کی روپرینگ پروردگار کے پاس ہے تو پھر آپ کو
حوالہ بھی ویسا ہی رکھنا پڑے گا۔

بابا فرید آپ کو درخت سے سیکھنے کی تاکید کر رہے ہیں۔ کیوں؟

اس لیے کہ درخت بلا تفریق سب کو سایہ اور پھل فراہم کرتا ہے۔ اس کے باوجود کہ
لوگ اس پنگھیں ڈالتے ہیں، اس کے پھل سے مزے کرتے ہیں۔ بھر بھی جاتے جاتے اس کی
شاخیں توڑ جاتے ہیں، اس پکھڑائے سے وار بھی کرتے ہیں۔

لیکن کمال حوصلہ ہے درخت کا کہ وہ اگلی دفعہ آنے پر خود پکھڑائے چلانے والوں کو
دیکھ کر اپنا سایہ اور پھل چھپا نہیں ہے۔ وہ اسی خوش دلی سے اپنی شاخیں، اپنے پتے، اپنا گھننا سایہ
اور اپنے پھل ان کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے۔

لیڈر شپ ایک ذمہ داری ہے۔ لیڈر شپ نام ہی سہنے کا ہے۔ برداشت کرنے کا۔
لوگوں کی کڑوی کسلی باتیں، الزام تراشیاں، بے وفا یا تقدیم کے تیکھے تیر، تند و تیز حملے..... سب
جھیلنے پڑتے ہیں۔

تو پھر ان سازشوں، حملوں اور تیروں کا جواب کیسے دیا جائے؟

سلطان باھوؒ کا مشورہ کچھ یوں ہے:

عاشق ہویں تے عشق کمانویں دل رکھیں واگنگ پہاڑاں ھو

سجد یوں سرنہ چائیے باھو توڑے کافر کہن ہزاراں ھو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

لیدر کو پہاڑوں جیسا دل اور حوصلہ رکھنا چاہیے اور لوگ چاہے کچھ بھی کہیں، مشن کی راہ میں جس سجدے میں پڑے ہیں، وہاں سے توجہ اور فوکس ٹھنڈنہیں چاہیے۔ لوگوں کی کسی بات سے آپ کی عبادت میں، آپ کے کام میں خلل نہیں آنا چاہیے۔ اگر سجدے سے سراٹھالیا پھر تو حریف اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اپنے حریفوں کو حیرت میں ڈال دیجئے۔

استقامت سے، خلوص نیت سے سجدے میں پڑے رہیے۔ کب تک؟ جب تک آپ کا مشن پورا نہ ہو جائے۔

-15-

فلرٹ

چھم چھم تیر پون تواریں عاشق کدی نہ رہندے
عشق، پہیز محمد بخشنا کدی نہیں رل باہندے
میاں محمد بخش: ریڈیشن شپ گرو

‘فلرٹ’ کرنے والے اور سچ عاشق کا فرق سمجھتے ہیں آپ؟
اپنے مقصد سے ‘فلرٹ’ کرنے والے کبھی منزل مراد نہیں پاتے جبکہ کمٹھنٹ کے ساتھ
عشق بھانے والے کامیابی کی نئی بلندیاں رقم کرتے ہیں۔
بابا فرید ‘فلرٹ’ اور ‘عشق’ میں فرق کچھ یوں واضح کرتے ہیں:

گلیئے چکڑ، دور گھر، نال پیارے نینہہ
 چلاں تا بچھے کملی، رہواں تاں طٹھے نینہہ
 بابا فریدؒ: میخمنٹ گرو

آپ نے ایسی منزل سے عشق کا ارادہ کر لیا ہے جو بہت مشکل ہے۔ راستہ نہ صرف کٹھن
 ہے بلکہ جگہ جگہ کچڑا چھالنے والے لوگ بھی ہیں۔ جو حوصلہ توڑتے ہیں، طعنے مارتے ہیں۔ اب
 اگر 'سکون زون' سے لکھیں تو کپڑے بھیگتے ہیں، دردلتا ہے، لیکن گھر بیٹھ رہیں تو اپنے آپ سے
 اور اپنے عشق سے کیا وعدہ ٹوٹتا ہے۔ ایسے میں کیا کیا جائے؟
 یہ لمحہ ہے عشق کے امتحان کا، اپنی محبت کی سچائی ثابت کرنے کا۔
 بابا فریدؒ سے مشورہ کیوں نہ مانگ لیں۔ مجھے پتہ ہے وہ کیا کہیں گے۔

نجھو سجو کملی، اللہ ورسو مینہہ
 جاء ملاں تنہاں بجنال، طٹھے ناہیں نینہہ
 بابا فریدؒ: میخمنٹ گرو

کملی بھیگتی ہے تو بھیگ جائے، جتنی بارش برنسی ہے برس جائے، میں اپنے عشق کی راہ
 میں کسی کو آڑے نہیں آنے دوں گا۔ اپنے مقصد سے ضرور جا ملوں گا۔ تاکہ میری پریت نہ
 چھوٹے، میرا وعدہ نہ ٹوٹے۔

فلرٹ اور عشق میں بس یہی فرق ہے۔ جب مقصد قربانی مانگتا ہے تو 'فلرٹ' بھاگ
 جاتا ہے جبکہ 'عشق' ڈٹ جاتا ہے۔ عشق سب کچھ داؤ پہ لگادیتا ہے۔ اپنی پریت نجھاتا ہے۔ چاہے
 اس کے لیے اسے اپنا آپ لانا پڑے۔

عاشق سوئی حقیقی جہیرا تقتل معشوق دے منے ہو
 عشق نہ توڑے مکھ نہ موڑے، توڑے سے تلواراں کھٹے ہو
 جتوں ویکھے راز ماہی دے، لگے اوسے بئے ہو
 سچا عشق حُسین علیٰ دا باھو سردیوے راز نہ بھٹے ہو
 سلطان باھو: لائف کوچ

قربانی کی یہ جرأت تبھی آتی ہے جب آپ کو یقین ہو کہ آپ اپنے لیے نہیں "اُس" کے
 لیے کھڑے ہیں۔ جب آپ کو اندر سے گواہی ملے کہ آپ اپنا نہیں اُس، کام کر رہے ہیں۔
 اپنی زندگی کے مشن کو پہچاننے اور اس سے پچی پریت کرنے کے بعد آپ کے پاس
 پچھے ہٹنے کا راستہ پختا ہی نہیں ہے۔ بلکہ چ تو یہ ہے کہ اس کے سوا کوئی اور راستہ ہے ہی نہیں۔

شمع دے پروانے والگوں جلدیاں انگ نہ موڑیے
 کہے حسین فقیر سائیں دا ، لگڑی پریت نہ توڑیے
 شاہ حسین: سکسیس کوچ

ایک بار اس مشن پر نکل کھڑے ہوں تو پھر شمع سے اسی والہانہ محبت کا مظاہرہ کریں جو
 پروانے کے ہاں نظر آتی ہے۔ جب مقصد کی راہ میں تکلیفیں آئیں تو رُخ نہیں پھیرنا، بھاگنا نہیں
 ہے، ہار نہیں مانتی، پسپائی اختیار نہیں کرنی قربانی دینی ہے، ڈٹ جانا ہے، سہنا ہے، برداشت کرنا
 ہے، مر جانا ہے اور مثال بننا ہے۔
 یعنی اپنی طلب کی جستجو میں جان گنوادیتا ہی سچی کامیابی ہے۔

بقول سلطان با ہو:

"نام فقیر تدا میں تھیند اجدوچ طلب دے مرے ھو"

چوتھا پڑاؤ

مخلوق سے رشتہ



-16-

رشتوں کی سائنس

چنگیاں دے لڑ لگیاں ، جھوٹی پھل پئے
بریاں دے سنگ رلیاں ، اگلے وی ڈل گئے

میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

ہم سبھی اپنے رشتوں کو مضبوط کیتھا چاہتے ہیں۔ اپنے ناطوں کو تو اناد کیتھا کس کی آرزو نہیں؟ لیکن زگ زگ جیسا تعلقات کا ماہر قریباً اسی سال کی عمر میں یہ اعتراف کرتا نظر آتا ہے کہ ابھی تک مجھے تعلقات بنانے اور بھانے کی سائنس کی الف ب بھی سمجھ میں نہیں آئی۔
انسانی رشتے بڑے پیچیدہ ہوتے ہیں اور اتنے ہی نازک بھی۔ ہم کھیل، بزنس اور دیگر مجازوں پر توجیت جاتے ہیں لیکن رشتوں کی دوڑ میں اکثر ہار جاتے ہیں۔

رشتوں ناطوں کو بنانے، سنوارنے اور قائم رکھنے کا راز کیا ہے؟
جواب بابا فریدؒ سے پوچھتے ہیں:

تون سو اکھر ، کھون گن، چپھا میا منت
ایہ ترے بھینے ولیں کرتاں وس آوی کنت
بابا فریدؒ: میخمنٹ گرو

پہلا راز۔ عاجزی

دوسرا راز۔ برداشت

تیسرا راز۔ میٹھی زبان

عاجزی، برداشت اور میٹھی زبان کے بل بوتے پر آپ دلوں کو کیا پوری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ اس کے برعکس غور کے مارے ہوئے، عدم برداشت اور تلخ لبھے والے لوگوں کو دلوں کو توڑنے کے علاوہ اور آتا ہی کیا ہے۔

رشتوں کی سائنس کو سمجھنے کے لیے صوفی وزڈم کی سادہ، دل پر لگنے والی باتیں مشعل راہ ہیں۔ آئیے رشته بھانے کے بنیادی اصولوں کا کھوج لگائیں۔

لاچ سے آزادی:

بابا فریدؒ فرماتے ہیں کہ جہاں لاچ ہو وہاں محبت کا کیا کام؟ لاچ پر می رشته کبھی نہیں بھتھتے۔ رشتوں میں لاچ، محبت کی موت ہے۔ لاچ پر می رشته کبھی دری پانہیں ہوتے۔ ان کی مثال اس ٹوٹے چھپر کی تی ہے جس کے نیچے موسلا دھار بارش میں ہم چند لمحے مجوری میں پناہ تو لے

لیتے ہیں لیکن جیسے ہی بارش کھم جائے ہم شکر کر کے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ جب تک ہم اس چھپر کے بیچے ہوں، چھٹ کے گرنے کا ڈر ہمارے دلوں میں اٹکا رہتا ہے۔

جان لو بھ تاں نینہہ کیا؟ لو بھ تاں گوڑا نینہہ
کچھ جھٹ لنگھائیے چھپڑ ٹھٹھے مینہ
بابا فریدؒ: میجنٹ گرو

ایسے رشتؤں کا کیا فائدہ جن کی موجودگی میں ہم خود کو غیر محفوظ محسوس کریں؟ کیا کبھی آپ نے کسی ایسے رشتے سے بھاکیا ہے جس میں آپ خود کو مجبوری میں پھنسا ہوا محسوس کریں اور پہلا موقع ملتے ہی اس بندھن سے الگ ہو جائیں؟ کیا اس رشتے سے آزاد ہوتے ہی آپ کو سکون کا احساس ہوا ہے؟

کیا آپ کو کبھی لگا کہ آپ سے آزادی کے بعد کسی اور نے بھی اطمینان کا یہی احساس محسوس کیا ہے؟

عیب گوئی سے پرہیز:

ہم میں سے کتنوں کا کتنا سارا وقت دوسروں کے عیب ڈھونڈنے اور ان کی نشر و اشاعت میں گزر جاتا ہے۔ بڑا مزا آتا ہے ناں دوسروں کی برائیاں کرنے میں۔ چیز یہ ہے کہ دوسروں کی پیٹھ پیچھے برائی کرنے سے آپ اپنا ابیح خراب کرنے کے سوا کچھ نہیں کر پا رہے ہوتے۔

انہاں گلائ تھی کی کرنا عیب کسے دا کرنا
اپنا آپ سنہمال محمد، جو کرنا سو بھرنا
میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

میاں محمد بخشؒ کی بات مان لیجئے، جو کہہ رہے ہیں کہ خود کو سنہمالو، اپنی پرواہ کرو، اپنے
آپ کو سنوارو۔ وہی وقت اگر اپنی منزل کی تیاری کرنے پر لگاؤ گے تو اتنا آگے نفل جاؤ گے کہ کسی کو
نیچا دکھا کے خود کو بڑا ثابت کرنے کی ضرورت ہی پیش نہیں آئے گی۔

احساس:

کئی دفعہ ہم اپنے دکھ میں اتنا گھب جاتے ہیں کہ ہمیں اپنے آس پاس کے لوگوں کا درد
محسوس تک نہیں ہوتا۔ اگر آپ اپنے دل کی گہرائیوں سے سوچیں تو آپ کو یاد آئے گا کہ سب سے
زیادہ سچی خوشی آپ کو دوسروں کے لیے کچھ کرنے میں محسوس ہوتی ہے۔ جب آپ اپنی ذات سے
اٹھ کر، اپنی ضروروں کو قربان کر کے کسی اور کے لیے آسانیاں پیدا کرتے ہیں تو آپ کا دل خوشی
سے جگما ٹھتا ہے۔

سچی خوشی پانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ دوسروں کے چھروں پر خوشیاں بکھیری
جائیں۔

میں جانیا دکھ مجھی کو دکھ سمجھائے جگ
اپے چڑھ کے ویکھیا تاں گھر گھر ایہا اگ
بابا فریدؒ: مینجنٹ گرو

اپنی ذات سے اٹھ کر دیکھیں گے تو پتہ چلے گا کہ آپ کا درد کچھ بھی نہیں ہے۔ کچھ ہفتے پہلے میری بیوی کا ایک سینٹ ہوا۔ مجھے جناح ہسپتال کی ایبر جنسی میں چند منٹ گزارنے کا موقع ملا۔ میرا دل اسی لمحے سجدہ شکر میں گر گیا۔ مجھے احساس ہوا کہ میں کتنی شاندار زندگی جی رہا ہوں۔ خدا نے مجھے کتنی تکلیفوں، دھکوں اور آزمائشوں سے دور رکھا ہوا ہے۔

لیکن جب تک ہم اپنے آپ سے باہر نہیں جھانکیں گے ہمیں نہ دوسروں کے دردوں کا احساس ہو گا نہ ہی اپنی خوش بختی کا۔

کردار کی چیختگی:

مضبوط دیرپا تعلقات قائم رکھنے میں آپ کا کردار حتمی کردار ادا کرتا ہے۔ کیا آپ کے آس پاس ایسے لوگ ہیں جنہیں آپ اپنے قربی لوگوں سے ملوانے میں بچکھاتے ہیں؟

بھروسہ بنانے میں عمدگتی ہے اور ٹوٹنے میں لمحہ۔ یہ بات کس کو نہیں پتہ؟ لیڈر کا کردار یہ ہونا چاہئے کہ اس کی موجودگی میں تمام لوگ خصوصاً خواتین خود کو محفوظ محسوس کریں۔

وڈی ماں برابر جانی ایں، اتے بھین برابر چھوڑوی نوں
جتی ستی نما نڑے ہو رہیے، ثابت رکھیے ایس لگوڑوی نوں
وارث شاہ: لاکف سٹریٹجسٹ

لیڈر بس جانتے بوجھتے انجان بنا رہتا ہے۔ وہ ہر بات میں کو دتنا نہیں ہے۔ اسے اپنے امتح کی پرواہ ہوتی ہے۔

رشتوں کو قائم رکھنے کے لیے اپنی کردار سازی پر توجہ دیں۔

شیر کرنے کی عادت:

اپنے گودام بھرنا اور اپنے بینک بیلنس پہ سانپ بن کے بیٹھ رہنا، ہی اگر رواج پا جائے تو باقیوں کی پرواہ کون کرے گا؟

جن لوگوں کے ساتھ آپ رشتہ محسوس کرتے ہیں کیا انہی خوشحالی کے ثمرات سے ان کو فیض یاب کرنا آپ کی ذمہ داری نہیں؟ ایسا معاشرہ جس میں ایک کے گھر میں آٹے کے امبرار لگے ہوئے ہیں اور دوسروں کے گھر میں فاقہ ہوں، وہاں سے سکون اور خوشی رخصت ہو جاتی ہے۔

اکناں آٹا اگلا، اکناں ناہیں لون
اگے گئے سجا پسن، چوٹا کھاسی کون
بابا فریدؒ: میخنٹ گرو

اگر آپ نے صرف اپنے دسترخواں کو سجانے پر توجہ کھی اور ہمسایوں کے چھوٹوں کی پرواہ نہ کی تو بابا فریدؒ ڈرار ہے ہیں آپ کو.... اگلے جہاں جا کے آپ کو پتہ چلے گا کہ چوتھ کو پڑتی ہے؟ حساب کس کا ہوتا ہے؟

چمک پہنہ جائیں:

دل کالے کولوں منہ کالا چنگا، جے کوئی اس نوں جانے ہو
منہ کالا دل چنگا ہووے، تاں دل یار پچھانے ہو
سلطان باھوؒ: لائف کوچ

رشتوں کی بنیاد لوگوں کی ظاہری چمک دمک کونہ بننے دیں۔ کپڑوں کے برانڈ، گاڑیوں

کے ماذل اور گھر کے سائز سے دوستی کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ مت کریں۔ کسی کے کپڑوں کا میلا ہونا، گاڑی کی بجائے پیدل ہونا، چھت کی بجائے بے گھر ہونا، اس کی دوستی ترک کرنے کی وجہ نہیں ہونا چاہیے۔

اسی طرح ظاہری شکل و صورت پہ بھی مت جائیں۔ کسی کارگ کالا ہونا کم از کم دل کے کالے ہونے سے پھر بھی بہتر ہے۔

آنکھیں کھلی رکھیں:

سکھاں عیشاں موجاں اندر ہر کوئی یار کھاندا
سنگی اوہ جو تنگی تک کے بنے پنجھاں دکھاندا
بابا فریدؒ: میخنٹ گرو

خود کو ایسے رشتؤں سے ابھی سے الگ کر لیں جو صرف عیشِ موج کے لیے آپ کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ یہ بات کہنی آسان اور پرکھنی بے حد مشکل ہے۔ افسوس یہ کہ اس سچائی کا پتہ تجھی چلتا ہے جب کوئی تنگی میں آپ کو تھا چھوڑ کے جا چکا ہوتا ہے۔

میاں محمد بخشؒ نے تعلقات کو پرکھنے کی کسوٹی کچھ یوں بتائی ہے۔

دنیا دے وج رکھ فقیرا ایسا بہن کھلوں
کول ہوویں تے ہسن سارے دور ہوویں تے رون
میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

اگر آپ کی موجودگی لوگوں کے چہروں پر مسکرا ہیں بلکہ یہ دے اور آپ کی غیر موجودگی میں ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر جائیں تو یہ آپ کے لوگوں سے مضبوط رشتنے کی علامت ہے۔ اس کے برعکس اگر آپ کے ہونے سے لوگوں کو آنسو ملیں اور آپ کے جانے سے ان کی مسکرا ہیں واپس لوٹ آئیں تو جان لیجئے رشتہ نام کی یہاں چیز ہی کوئی نہیں ہے۔

-17-

رس بھری با تیں

جس وچ کجھی رمز نہ ہووے دردمندال دے حالوں
بہتر چپ محمد بخشنا سخن اجھے نالوں
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

کسان اپنے بیٹے کے غصے سے بڑا پریشان تھا۔ اس کا نوجوان بیٹا گاؤں کے تقریباً ہر شخص سے گھقہ گھتھا ہو چکا تھا۔ اس کا غصبناک غصہ کسی کے قابو میں نہیں تھا۔ کسان سمجھا سمجھا کے تھک گیا لیکن بیٹے پر اثر نہ ہوا۔
بیٹا آہستہ آہستہ اکیلا رہ گیا۔ گاؤں میں کوئی اس سے بات تک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی باتوں کے تیرہ سوئے کوکوئی تیار نہ ہوا۔

بیٹے کو احساس ہوا۔ اپنے باپ کے پاس آیا اور بولا ”مجھے سمجھ نہیں آتی میں اپنے غصے،
انپی زبان، اپنے ہاتھ پر کیسے کنٹرول کروں؟“
”تم سمجھیدہ ہو؟“ کسان نے پوچھا۔

”جی ہاں... میں ہر قیمت پر اپنے غصے اور برے رویے سے آزادی چاہتا ہوں۔“
کسان کے پاس زبردست ترکیب تھی۔

کسان نے اپنے بیٹے کو ایک بھاری کلہاڑا اور بہت سے بھاری کیل تھامدیے اور کہا کہ
جب تمہیں غصہ آئے تو تم یہ سامنے والی لکڑی کی بارٹ میں ایک کیل ٹھونک دینا۔

لڑکے کو جب جب غصہ آتا وہ اٹھتا، کلہاڑا اور کیل پکڑتا اور ایک کیل لکڑی کی دیوار میں
گاڑ دیتا۔ کیل گاڑنا آسان کام نہیں تھا بڑی جان مارنی پڑتی تھی۔ زور لگانا پرتا تھا۔ اس کے باوجود
پہلے دن اس نے 47 کیل ٹھونکے۔

دوسرے پر غصہ کرنے کی بجائے، بڑائی جھگڑے کو چھوڑ کے واپس گھر کے باعچے کے
ساتھ بنی لکڑی کی دیوار میں مشقت سے کیل ٹھونکنا غصہ کنٹرول کرنے کا آسان طریقہ نہیں تھا۔
الگے دن اس نے 39 کیل ٹھونکے۔
کسان کی تعلیمیکی زبردست تھی۔

آہستہ آہستہ کیلوں کی تعداد کم ہونے لگی۔ لڑکا اپنے غصے کو قابو کرنا سیکھ رہا تھا۔
اس نے سیکھ لیا تھا کہ کیل ٹھونکنے پر جتنی طاقت اور وقت لگتا ہے اس سے کم طاقت اور
وقت لگا کے وہ اپنے غصے کو قابو کر سکتا ہے۔ کئی ہفتوں کے بعد ایک دن ایسا آیا جب لڑکے نے
ایک بھی کیل دیوار میں نہیں لگایا۔ وہ اپنے باپ کے پاس آیا اور بولا ”اب مجھے اپنے غصے پر قابو کرنا
آگیا ہے۔ کئی دفعوں مجھے لگتا ہے کہ غصہ کنٹرول کرنا آسان ہے اور کیل ٹھونکنا مشکل ہے۔“
کسان نے خوشی سے اسے شاباش دی اور کہا کہ ابھی کہانی ختم نہیں ہوئی۔

آج سے ہر روز جب جب تم ایک پورا دن بغیر کسی پر غصے ہوئے، بغیر کسی کا دل

توڑے، بغیر کسی سے اُلچھے، بغیر کسی کے جذبات کو تکلیف دیئے گزارو گے تو لکڑی کی دیوار میں
لگے کیلوں میں سے ایک کیل نکال باہر کھینچو گے۔
لڑکے نے منظور کر لیا۔

دن گزرتے گئے، کیل نکلتے گئے، کبھی کم تو کبھی زیادہ۔

کئی مہینوں کے بعد کسان کا لڑکا، جو کہ اب ایک منسار، ذمہ دار اور مپھور انسان بن چکا
تھا، واپس کسان کے پاس آیا اور ایک جاندار مسکراہٹ کے ساتھ بولا ”میں نے دیوار سے سارے
کیل نکال دیئے ہیں۔ اب وہاں کوئی کیل موجود نہیں ہے۔“

کسان بہت خوش ہوا۔ اسے خود بھی پتہ تھا۔ اس کی ہر حرکت پر کسان کی نظر تھی۔ گاؤں
کے بہت سے لوگوں نے کسان کو اس کے بیٹے کے مزاج کی تبدیلی کے بارے میں مبارک باد دی
تھی۔

کسان نے اپنے بیٹے کو پیار سے گلے لگایا اور کہا چلو مجھے وہ دیوار دکھاؤ۔

”دیکھا بابا بابا ایک بھی کیل نہیں ہے،“ لڑکا چہک کے فاتحانہ انداز میں بولا۔
کسان کے چہرے پر ایک دم سنجیدگی آگئی اور بولا ”بیٹا ذرا دیوار کو غور سے دیکھو۔ لکڑی
کی اس دیوار میں کتنے چھیدیں، کتنے سوراخ ہیں۔ بے شک تم بدل گئے ہو، لیکن یہ دیوار بھی پہلے
جیسی نہیں رہے گی۔ یہ زخموں کے نشان ہمیشہ یاددا لاتے رہیں گے کہ کسی نے تو اتر سے اس پر کتنے
وار کئے ہیں۔“

جب آپ غصے میں کسی کو لفظوں کی چوٹ لگاتے ہیں تو ہر لفظ دوسروں کے دل کی دیوار
پر ایک نشان چھوڑ جاتا ہے۔ جو مشکل سے ہی جاتا ہے۔

اگر آپ ایک شخص کے پیٹ میں چاقو گھسادیں اور بعد میں جتنی مرضی معافیاں مانگ
لیں، اور وہ بے شک آپ کو معاف بھی کر دے لیکن زخم کا نشان تو رہے گا۔ زبان کے زخم بھی اتنے
ہی تکلیف دہ ہیں جتنے کہ چاقو کے۔

درد منداں دے سخنِ محمد دیہن گواہی حالوں
 جس پلے پھل بدهے ہوون آوے باس رومالوں
 میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

آپ کے دوست، بہن بھائی، بہت قیمتی ہیں۔ ہیروں اور لال و جواہر کی طرح ہیں۔
 اپنے لفظوں سے ان کی ڈھارس بندھائیے۔ اپنی گفتگو سے ان کے دل جیتنے۔ اپنی باتوں سے ان
 کے دلوں کو خوشیوں سے بھر دیجئے۔ غصے میں کبھی کچھ ایسا مامن کہئے کہ ان کے دل پر اس کا نشان
 چھید، بن کر ہمیشہ باقی رہے۔
 اپنے پیاروں کے ساتھ آپ کی گفتگو ایسی ہونی چاہیے کہ آپ کے لبھ کی خوبصورتیک
 ان کے ساتھ رہے۔

سخن بھلا جو دردوں بھریاں، دن دردوں کجھ ناہیں
 نزاں کماداں فرق رہوادا، کیا کانے کیا کائیں
 میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

ہماری محبت کے جو لوگ سب سے زیادہ مستحق ہیں عموماً انھی کو ہم زیادہ دکھ دیتے ہیں۔
 ہم اپنے کشمکش کو تو بڑی عزت سے، پیار سے بلا تے ہیں۔ ان کی جملی کئی سب سہتے ہیں۔ چپ
 رہتے ہیں۔ جی جی کرتے ہیں۔ اپنے غصے کو قابو میں رکھتے ہیں۔ ہر شکایت کو خندہ پیشانی سے،
 کھلے دل سے سنتے ہیں۔ اپنی غلطی پر معافی بھی مانگتے ہیں اور اگر کشمکش زیادہ غصے میں ہو تو اس کی
 بھڑکانے کے لیے سبھی جتن کرتے ہیں۔

لیکن اپنے پیاروں، بہن بھائیوں، قریبی دوستوں اور بچوں کی ذرا سی بات برداشت نہیں کرتے۔ کشمیر سروں کی ساری ٹریننگ بھول کر اپنے لفظوں کے چاقوان کے دلوں میں اُتارتے رہتے ہیں۔

تعقات کے گرومیاں محمد بخش[ؒ] کی میونی کیشن ھیوری سیدھی دل میں اُترتی ہے۔ گفتگو کا ایک ہی اصول ہے۔

”جب بھی گفتگو کے لیے منہ کھولیں پہلے یہ سوچ لیں کہ میری بات سے کسی کا دل جڑے گا یا ٹوٹے گا؟ اگر آپ کی بات سے کسی کا دل ٹوٹنے کا ڈر ہو تو ایسی گفتگو سے خاموشی لا کھ درجے بہتر ہے۔“

آپ کی گفتگو میں اگر دوسروں کا درد نہیں، ان کے لیے احساس نہیں تو آپ اپنے لفظوں کی فضول خرچی نہ ہی کریں تو اچھا ہے۔ گئے اور کانے میں بس ایک ہی فرق ہے۔ وہ ہے ”رس“ کا۔ اگر رس نہیں تو شکل و شابہت، تد کا ٹھہ میں دونوں میں کچھ بھی مختلف نہیں۔

آپ ”کانا“، گفتگو پر یقین رکھتے ہیں یا ”گنا“، گفتگو پر؟ ”کانا“، میونی کیشن دل توڑتی ہے۔ جبکہ رس بھری ”گنا“، میونی کیشن دل جوڑتی ہے۔ آپ کا انتخاب کیا ہے؟

-18-

ٹیم ورک

نال کو سنگ سنگ نہ کریئے کل نوں لاج نہ لائیئے ھو
تھے تربوز مول نہ ہوندے، توڑے توڑے مکے لے جائیئے ھو
کانوال دے بچے ہنس ناں تھیندے توڑے موٹی چوگ چکائیئے ھو
کوڑے کھوہ ناں مٹھے ھوندے باھو توڑے مناں کھنڈ پائیئے ھو
سلطان باھو: لائف کوچ

دنیا میں آج تک کسی اکیلے انسان نے کچھ بڑا حاصل نہیں کیا۔
لیدر کی کامیابی کا سب سے زیادہ اخصار اس کی ٹیم کے ان بہترین لوگوں پر ہے جن پر
وہ سب سے زیادہ بھروسہ کرتا ہے۔

اگر لیڈر کی کوڑیم کے لوگ مشن کی ناکامی یا کامیابی میں سب سے زیادہ اہم ہیں تو کتنا ضروری ہے کہ ٹیم بناتے وقت خوب جان ماری جائے۔ چنان بین کی جائے صحیح ترین لوگوں کو ٹیم میں شامل کیا جائے۔ غیر موزوں لوگوں کو ٹیم سے دور رکھا جائے۔

سلطان باہو جو لیڈر شپ کے اتنے بڑے ماہر ہیں، وہ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ غلط بندے کو ٹیم میں ہرگز جگہ نہ دیں۔ غلط بندہ ہوتا کون ہے؟ جس کی ذاتی اور اخلاقی اقدار آپ کی اور ادارے کی قدروں سے متفاہ ہوں۔

جو آپ کے مشن اور خوابوں میں یقین نہ رکھتا ہو۔
جود وستی کی آڑ میں دشمنی نبھار ہا ہو۔

جو محض اپنے ذاتی فائدے کے لیے ٹیم اور مشن پر یقین کا ڈھونگ رچا رہا ہو۔
جس کے لیے اپنالا چٹیم اور ادارے کے مقصد سے کہیں اہم ہو۔
جس کی فطرت میں ڈنگ مارنا، دھوکہ دینا ہو۔

اگر آپ جانتے بوجھتے بطور لیڈر ایسے شخص کو ساتھ رکھتے ہیں تو سلطان باہو کی وارنگ سن لیجئے۔ ”آپ اپنے کل کو بتا کر لیں گے۔“

غلط لوگوں کے ہتھ چڑھ گئے تو آپ اپنا مستقبل تاریخ کر بیٹھیں گے۔ غلط لوگ آپ کے اور ادارے کے لیے دھبہ بن جائیں گے۔

تب دلی کے بارے میں صوفی گروز کی فلاسفی بڑی دوڑوک اور واضح ہے۔ تمام صوفی دانشور اس بات پر متفق ہیں کہ جو لوگ فطری طور پر پیدائشی خراب ہیں انھیں ٹھیک نہیں کیا جاسکتا۔ انھیں جتنا مرضی سدھا رنے کی کوشش کر لیں وہ کبھی نہیں بد لیں گے۔

تو پھر حل کیا ہے؟
حل دو مرحلوں پر مشتمل ہے۔

پہلا مرحلہ:

یہ یقین کر لیں کہ بندہ خراب ہے۔ محض شک نہیں۔ پا یقین۔ کئی بار ہم دوسروں پر غلط ہونے کا الزام لگا کے انھیں خراب قرار دے دیتے ہیں۔ بعد میں احساس ہوتا ہے کہ یہ خرابی نہیں محض غلط فہمی تھی اور یوں آپ ایک صحیح بندے سے ٹیکم کو محروم کر دیتے ہیں۔

دوسری مرحلہ:

جب طے ہو جائے کہ بندہ غلط ہے تو اسے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر ٹیکم سے نکال باہر کریں۔

ایسے بندے کو دوسرا چانس نہیں دینا چاہیے؟

سلطان با ہوش کہتے ہیں بالکل نہیں۔

کیوں؟

اس لیے کہ غلط بندہ کبھی صحیح ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ عارضی طور پر اپنی غلطی کو چھپا سکتا ہے لیکن فطرت سے مجبور ہو کر پلت کر اپنی اوقات ضرور دکھائے گا۔ جیسے تھے (ایک کڑوا بچل) کو چاہے مکے لے جائیں وہ تمہے ہی رہے گا، کبھی تربوز نہیں بن پائے گا۔

کوئے کے بچوں کو چاہے جتنے موتو چکوالیں وہ کوئے ہی رہیں گے، کبھی ہنس کے بچوں کی گلنہیں لے پائیں گے۔

کڑوے پانی کا کنوں کا کنوں کڑوا ہی رہے گا چاہے اس میں منوں کے حساب سے شکر اور گڑ ڈال دیں۔

سبق کیا ہے؟

اپنی توانائیوں کو غلط لوگوں پر ضائع نہ کریں۔

تموں کو کے لے جانے، کوؤں کو موتو چکوانے اور کڑوے کنوں میں شکر ڈلوانے پر

ادارے کا وقت، تو انہیاں اور وسائل بر بادنہ کریں۔ ان ساری کوششوں کا نتیجہ صفر لٹکے گا۔ آپ کے ہاتھ دھبھوں کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔

ان غلط لوگوں کی ٹریننگ پر جو کچھ لگا سب بے کار جائے گا۔ اس کے علاوہ نئے لوگوں کو ڈھونڈنے، ٹیم میں شامل کرنے انھیں سکھانے اور ٹرین کرنے کی قیمت.....؟

غلط لوگوں کو ٹیم میں شامل کرنے کی بھاری قیمت کیوں چکاتے ہیں آپ؟ ان سے جان چھڑایے، اپنا بجٹ، وسائل اور وقت صحیح لوگوں پر انویسٹ بکھجے۔

سکسیس کوچ، شاہ حسین[ؒ] بھی اس معاملے میں سلطان باہو[ؒ] سے متفق ہیں۔

کالے پٹ نہ چڑے سفیدی
کاگ نہ تھیندے بگے
شاہ حسین[ؒ]: سکسیس کوچ

شاہ حسین[ؒ] کی دلیل یہ ہے کہ کالے دروازے پر جتنی چاہے سفیدی چڑھا لیں وہ کبھی پوری طرح سفید نہیں ہوگا۔ کالا ہی رہے گا۔ جس طرح کوئا بھی سفید نہیں ہو سکتا۔ اسے سفید کرنے کی کوشش فضول ہے۔ کوئا کالا ہوتا۔ یہ حقیقت ہے۔ اسے مان لینا ہی بہتر ہے۔ اسے سفید کرنے پر جتنا بھی خرچ کر لیں کوئی فائدہ نہیں۔

حکم ہتھ کم ذات دے سونپ دینا
نال دوستان کرناں ویریاں اے
وارث شاہ: لاکف سٹریٹجسٹ

ٹیم میں صحیح لوگوں کو اہم ذمہ داریاں سوپنی جانی چاہئیں۔ اگر اختیار کی طاقت غلط ہاتھوں میں پہنچ جائے تو ایسے ہی فیصلے ہوں گے جو ٹیم، ادارے، کسٹمرز اور باقی تمام سٹیک ہولڈرز میں سے کسی کے حق میں صحیح نہیں ہوں گے۔

بطور لیڈر آپ کی ذمہ داری ہے کہ ہر پوزیشن پر درست افراد کو متعین کریں۔ جو ٹیم، کسٹمرز اور معاشرے کی خدمت کا جذبہ رکھتے ہوں۔ ساتھ نجاح ان ٹیم بلڈنگ کا اہم اصول ہے۔

وارث شاہ ہتھ پھڑے دی لاج ہوندی
ساتھ کرئے تے پار اُتارے جی
وارث شاہ: لاکف سٹریٹ

صحیح لوگوں کے ساتھ ایک بار ٹیم اپ ہو جائیں تو درمیان میں چھوڑ کے جانا ٹیم سپرٹ کے خلاف ہے، جب کسی کا ہاتھ کپڑ لیں تو اس کی لاج رکھنا ضروری ہے جب تک منزل پر نہ پہنچ جائیں ہاتھ سے ہاتھ چھوٹا نہیں چاہئے۔

جس ٹیم کا، جس ادارے کا ایک بار آپ ہاتھ کپڑ لیں تو ساتھ نہانے کا تقاضہ تو یہی ہے کہ مشن پورا ہونے تک آپ ہمسفر ہیں۔

ٹیم بلڈنگ پھولوں کی سچ نہیں۔ بہت سے لیڈر حریفوں کے ہاتھوں نہیں اپنی ٹیم کے ہاتھوں لٹھتے ہیں۔

تو پھر خود کیسے بچایا جائے اُن لیڈروں سے، ان ٹھکنوں سے؟
جواب شاہ حسین ہی سے ملتے ہیں۔

جہاں	پاک	نگاہیں	ہوئیاں
کدی	ناں	جاندے	ٹھگے

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

بچنے کی ایک ہی راہ ہے کہ آپ کی نیت خالص ہو۔ آپ کا مقصد عظیم ہو۔ آپ لاٹھ سے دُور ہوں۔ آپ اپنی ذات سے اوپر اٹھ کر کچھ بڑا کر گز رنا چاہتے ہوں۔ آپ کے مشن کی سمت دوسروں کے فائدے کی طرف ہو۔ آپ کی کامیابی کے ثمرات معاشرے میں اچھائی کو فروغ دینے والے ہوں۔ آپ کا ہدف انسانوں کی زندگیوں میں آسانی پیدا کرنا ہو۔
 اگر ایسا ہوتا تو آپ کو شاہ حسینؒ کی طرف سے یقین دہانی ہے کہ اس خالص نیت، جذبے اور خواب کے ساتھ کوئی آپ سے ہاتھ نہیں کر سکتا، کوئی غلط شخص آپ کی ٹیم کا حصہ بن کر آپ کی ریاضتوں کو رائیگاں نہیں کر سکتا۔

جب آپ کی نیت پاک ہوگی، تو آپ پاک نگاہوں کے حصار میں آ جائیں گے۔ ان پاک نگاہوں کے ہوتے ہوئے کوئی آپ کی ٹیم، ادارے یا مشن کو میلی آنکھ سے دیکھے نہیں سکے گا۔

لوک ایانے متیں دیون عاشقاں مت ناں بھاوے ھو
 مژن مہال تنہا دا باھو جہاں صاحب آپ بلاوے ھو
 سلطان باھو: لائف کوچ

-19-

ایکشن ری پلے

سچی گل سینوے کیونکر، کچی ہڈاں وچ رپچی
سچی گل سنی تناہاں، چنگ جینہاں تن مچھی

شاہ حسین: سکسیس کوچ

عام چھوٹی موٹی دکانوں سے لے کر فارچوں کمپنیوں تک کی ناکامیوں کے پیچھے ایک بڑی وجہ فیڈ بیک، کو نظر انداز کرنا ہے۔

”فیڈ بیک“ کیا ہے؟ سادہ لفظوں میں سٹیڈیم میں لگا سکور بورڈ جو آپ کو بتاتا ہے کہ آپ کی کارکردگی کیسی جارہی ہے۔ سکور بورڈ کسی کو اچھا برائیں کہتا۔ اس کا کام صرف سکور بتانا ہے۔ اس پر جو تھوڑا بہت تبصرہ کمنٹری باس میں ہوتا ہے وہ بھی اسی فیڈ بیک کا حصہ ہے۔

اگر کھلاڑی اور خصوصاً کپتان سکور بورڈ کی باتوں کو نظر انداز کرے گا تو میچ کا نتیجہ آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے۔

لیڈروں کی انا جب سب اچھا ہے، سننے کی عادی ہو چکی ہو تو لیڈر اپنے اور لوگوں کے درمیان ایک ایسا سینس بورڈ لگادیتے ہیں جس میں سے صرف اچھی خبریں اُن تک پہنچتی ہیں جبکہ بُری خبریں سینس کر کے واپس بھجوادی جاتی ہیں۔ کوئی بُری خبر آپ کے کانوں میں نہیں پڑتی۔

یہی وجہ ہے کہ بالآخر بُری خبروں کو سننا آپ کے لیے ناگزیر ہو جاتا ہے۔ آپ کا سینس بورڈ ان خبروں کو آپ سے چھپانے میں ناکام ہو جاتا ہے۔ بُری خبریں اب بل بورڈ بن کے سڑکوں، چوراہوں پر آؤزیں اہو جاتی ہیں۔ آپ کی کمپنی کے بارے میں بُری خبریں اب ٹو ٹو پہ بریلنگ نیوز کا حصہ بن جاتی ہیں۔

فیڈ بیک کے ساتھ آپ تین طرح کا سلوک کر سکتے ہیں:

پہلا سلوک:

کانوں میں انگلیاں ٹھوں لیں۔ کوئی کچھ بھی کہتا رہے پرواہ نہ کریں۔ کسی نصیحت پہ کان نہ دھریں۔ ہر مشورے کو نظر انداز کر دیں۔ کسی تجویز کو خاطر میں نہ لائیں۔

دوسرा سلوک:

آپ آئینہ دکھانے والے کو آئینہ دکھادیں۔ اس پہ جوابی حملہ کر دیں۔ اس پہ ایسا وار کریں کہ اُس کے ہوش ٹھکانے آ جائیں۔ اس کی ایسی دھلانی کریں کہ آئندہ وہ کچھی آپ کو مشورہ یا فیڈ بیک دینے کی جرأت نہ کر سکے۔

تیسرا سلوک:

ہاتھ اٹھا لیں۔ ہمت ہار دیں۔ اپنی کمزوریوں کا اس حد تک اعتراض کر لیں کہ اس کام سے ہی ہاتھ کھینچ لیں۔ شکست مان لیں۔ رو رو کے سب کو بتائیں کہ آپ اس لائق ہی نہیں ہیں۔

ان تینوں میں سے کون سی سڑتیجی درست ہے؟
کوئی بھی نہیں۔

تو پھر صحیح لائج عمل کیا ہونا چاہیے؟

جو جھوٹی لوریوں سے بیزاری دکھائیں۔ سچ سننے کی عادت ڈالیں۔

ڈاکٹر کینتھ بلینچر ڈفیڈ بیک کو چمپین کا ناشتہ کہتے ہیں۔ شاہ حسینؑ کے خیال میں فیڈ بیک جو سکور بورڈ کی طرح غیر جاندار ہے اس سے سچی دوستی کر لیں۔ اسے یہ تحفظ دیں کہ وہ آپ کو بغیر سینسر کیے پوری بات بتائے۔ اسے اعتماد دیں کہ آپ جرأۃ کے ساتھ کھٹی میٹھی، تلخ و شیریں ہر قسم کی تقید کے لیے تیار ہیں۔

فیڈ بیک کی ایڈوانس شکل کر کٹ میچ کا ”ایکشن ری پلے“ ہے۔ اگر آپ حوصلے سے، کھلی آنکھوں سے دیکھیں گے نہیں کہ آپ کیسے ”ملین بولڈ“ ہوئے تھے تو اگلی بار اس ”گگنی“ سے کیسے بچیں گے؟

فیڈ بیک کی سچی اور کھڑی باتیں وہی سنتا ہے جس کے تن بدن میں اپنے مشن سے عشق کی چنگاریاں ہوں۔ جو ہر قیمت پر اپنے ہدف تک پہنچنا چاہتا ہو۔ جس کی لگن سچی ہو۔ ”ری پلے“ دکھانے والے لوگ آپ کے لیے نعمت ہیں۔ انھیں تحفظ دیجئے، عزت دیجئے تا کہ وہ کھلے دل سے، بلا خوف، جرأۃ سے آپ کو آئینہ دکھاتے رہیں۔

-20-

لیڈر شپ ایک رشته

عشق دی بجاہ ہڈاں وِچ بال، عاشق بیہہ سنیندے ہو
 ہوئے ہزاراں عاشق باھو، پر عشق نصیب کہیندے ہو
 سلطان باھو: لائف کوچ

لیڈر شپ میری نظر میں ایک رشته کا نام ہے۔ ایک ایسا اہم رشته جو لیڈر اور اس کے ”پیروکار“ میں قائم ہوتا ہے۔ لیڈر اور مینیجمنٹ میں ایک سب سے بڑا فرق یہ ہے کہ مینیجمنٹ کے صرف ماتحت ہوتے ہیں، جبکہ لیڈر کے چاہئے والے، اس پر بھروسہ کرنے والے، اس کو فالو کرنے والے، اس کے لیے کرگزرنے والے ہوتے ہیں۔ یہ ایک رشته کی کوائٹی کا فرق ہی ہے جو کسی مینیجمنٹ کو لیڈر بنادیتا ہے۔

لیڈر کے اپنے لوگوں کے ساتھ اس رشتہ کی سائنس کو جس خوبصورتی سے صوفی بزرگوں نے سکھانے کی سچی جستجو کی ہے، شاہزادی اس کی مثال کسی اور لیڈر شپ لٹریچر میں ملتی ہو۔ میری ذاتی تحقیق یہ بتاتی ہے کہ لیڈر اور اس کی ٹیم میں رشتہ کی مضبوطی، سچائی اور طاقت، ہی طے کرتی ہے کہ لیڈر اپنا وزن، مشن یا خواب پورا کر پائے گا یا نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ لیڈر اور ٹیم کا رشتہ مشن میں کامیابی کا ضامن ہے۔ اگر یہ رشتہ مضبوط ہے تو لوگ لیڈر کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ اپنی جان کی بازی لگادیتے ہیں۔ لیکن جب یہ رشتہ کمزور ہوتا ہے تو لوگ جان دینے کی بجائے جان چھڑانے، جان بچانے کے چکر میں بڑھتے ہیں۔

جب لیڈران سارے رشتوں کو جوڑتا ہے تو لیڈر اپنے ادارے، خاندان، ملک اور قوم کے لیے وہ کچھ کر جاتا ہے جس کا کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں ہوتا۔

کامیاب لیڈر شپ لوگوں سے نہیں، خود سے شروع ہوتی ہے۔ دوسروں کو لیڈ کرنے سے پہلے ہمیں خود کو لیڈ کرنا ہوتا ہے۔ دوسروں کو انسپائر کرنے سے پہلے خود کو انسپائر کرنا ضروری ہے۔ جو شخص اپنے ساتھ خوش نہیں رہ سکتا وہ بھلا دوسروں کو کیسے خوش رکھ سکتا ہے۔ جو خود اپنی کمپنی میں دومنٹ نہ گزار سکے، دوسرے اس کی کمپنی کیسے انجوائے کریں گے؟

اجنبیوں سے رشتہ بنانا آسان نہیں ہوتا پہلے انھیں جانا، سمجھنا اور پرکھنا ضروری ہے۔ ہم میں سے اکثر خود اپنے لیے اجنبی ہیں۔ خود کو جانتے ہی نہیں۔ خود سے جان بچان کے بغیر رشتہ کیسے بن پائے گا؟ اور اگر خود سے ہی رشتہ بن نہیں پائے گا تو ہم آگے بڑھتے ہی نہیں پائیں گے۔ خود سے رشتہ کمزور پڑانہیں اور عمارت ہو گئی زمین بوس۔

خود کو جاننے کے عمل کے ذریعے آپ خدا کو جاننے کا سفر شروع کریں گے۔ آپ اپنے زندگی کے مقصد اپنے شوق اور کارکردگی میں ہم آہنگی پیدا کر پائیں گے۔ آپ خود کو مضبوط، طاقت ور اور تو انما محسوس کریں گے۔ کیونکہ آپ کو اپنے اندر کی اصل طاقت کا پتہ چل جائے گا۔

چھوڑ ترکھانی پکڑ حلیمی، بھئے صاحب تھیں ڈر وو
کہے حسین حیاتی لوڑیں، مرن تھیں اگے مر وو
شاہ حسین[ؒ]: سکسیس کوچ

تیکھی زبان، تیکھے جملے، طنزیہ با تیں، طعنوں کے تیر، کبھی پائیدار رشتوں کی ضمانت نہیں
ہوتے۔ رشتہ ماں باپ کے ساتھ ہو یا بیوی بچوں کے ساتھ.... میٹھی زبان، بردباری اور خوفِ
خدا ہی کامیاب رشتوں کی اساس ہے۔ شاہ حسین[ؒ] کا مشورہ ہے، کہ اس کی مخلوق سے رشتہ جوڑنے
سے ہی ہم اپنے خالق کے ساتھ دائیٰ رشتہ کی بنیاد رکھ سکتے ہیں۔

تندو تیز، دل دکھانے والی تیکھی گفتگو کی بجائے دلوں میں رس گھولنے والی، حوصلہ
بڑھانے والی، امید جگانے والی گفتگو سے دلوں کو فتح کیجئے۔ لیڈر کا کام مایوی کے اندھیروں میں
امید کی روشنی جگانا بھی ہوتا ہے۔ یہ روشنی بھی دوسروں کو ذلیل کرنے، انہیں چھوٹا ثابت کرنے،
حقیر بنا کر رکھنے اور شرمندہ کرتے رہنے سے نہیں جلتی۔ یہ روشنی جلتی ہے، بڑھتی ہے اور پھیلتی ہے
حوصلہ افزائی کے جملوں سے۔ دوسروں کو یہ احساس دلانے سے کہ روشنیوں کا سفر کرنے کی
ساری صلاحیتیں ان کے اندر ہی ہیں۔

فریدا خالق، خلق میں، خلق وسے رب مانہہ
مندا کس نوں آکھیئے، جاں تس بن کوئی نانہ
بابا فرید[ؒ]: میخمنٹ گرو

دوسروں کو ہر لمحے ان کی برائیوں کا احساس دلا دلا کے شرمندہ کرنے کی بجائے، انہیں
ان کی خوبیوں پر شاباش دیجئے۔ اگر لوگوں کو برا بھلا کہنے اور ثابت کرنے میں آپ کو مزہ آتا ہے، تو

جان لیجئے آپ اپنے ہی رشتؤں کی بنیادیں کھوٹھی کر رہے ہیں۔
 باپا فرید جیسا دانشمند انسان، ہر شخص کے اندر خدا کی موجودگی کا احساس کرتے ہوئے،
 کسی کو بھی برا کہنے سے ڈر رہا ہے۔ اگر ہم میں سے ہر کوئی سمجھ جائے کہ دلوں میں خدار ہتا ہے اور
 یہ کہ خالق اپنی مخلوق کے کتنا قریب ہے اور اسے اپنی مخلوق میں سے کسی کی بے جا برائی پسند نہیں،
 تو شاید ہم کسی کو برا بھلا کہنے سے پہلے ہزار مرتبہ سوچیں۔ جب ہمیں مخلوق میں سوائے اس کے کوئی
 اور دکھے گا، ہی نہیں تو پھر ہم کسی کو برا کیسے بولیں گے؟
 لیڈر شپ کا مزہ ہی تب ہے جب لیڈر کی موجودگی میں، لوگوں کو اپنی خوبیاں نکھارنے کا
 اتنا زیادہ موقع ملے، کہ ان کی خامیاں بے معنی سی لگنے لگیں۔

گئی گل زبان تھیں تیر چھٹا
 گئے روح قلبوت نہ آوندے نی
 وارت شاہ: لائف سٹریٹجیسٹ

پائیدار رشتے قائم کرنے کے لیے لفظوں کے اثرات کو سمجھنا بے حد ضروری ہے۔ کمان
 سے نکلے تیر، اور جسم سے نکلی روح کی طرح، زبان سے نکلی بات کبھی واپس نہیں آتی۔ ہم سب
 جانتے ہیں کہ چھپریوں اور تلواروں کے گھاؤ بھر جانے کے بعد بھی باقوں کے زخم، درد کم نہیں ہونے
 دیتے۔ شاندار رشتؤں کو قائم رکھنے کے لیے اپنی زبان کے جادو کا صحیح استعمال کیجئے۔ اپنی زبان
 کے ثرے سے دوسروں کو محفوظ رکھیں۔

لیڈر کے لفظ کسی کی پوری زندگی کا نقشہ بدلتے ہیں۔ اپنی ٹیم کے ساتھ ایسا رشتہ رکھیں
 کہ سالوں بعد بھی آپ کے لفظوں کی گرمیوںی، لمحے کی چاشنی اور تاثرات کی سچائی، لوگوں کو آگے
 بڑھنے، ڈٹنے اور کردار کھانے کا حوصلہ ہے۔

فریدا برے دا بھلا کر، غصہ من نہ ہنڈھاء
دیبی روگ نہ لگ ای، پلے سبھ کجھ پاء
بابا فریدؒ: میجنٹ گرو

برے شخص کا بھلا کرنا آسان کام نہیں ہے۔ جس نے ہمارے ساتھ برا کیا ہو، جب تک
ہم اسے تباہ و بر باد نہ کر دیں ہمیں چین کہاں آتا ہے؟ انتقام کی آگ تک ہماری نس نس
میں جلتی رہتی ہے، سلگتی رہتی ہے، جب تک ہماری آنکھیں، ہم سے برا کرنے والے کی تباہی خود
نہ دیکھ لیں۔

بابا فرید کا ٹوٹکہ بڑا عجیب ہے۔ یعنی انتقام چھوڑ کر ان کے ساتھ بھلانی کرنی چاہیے۔ بابا
کہہ رہے ہیں کہ اس سے تم اپنے دل کو روگ اور بیماریاں لگانے سے بچا پاؤ گے۔ دل میں نفرتیں
رُجشیں اور انتقام پالنے سے گویا دل کو مرض لاحق ہو جاتا ہے۔ بڑے پتے کی بات بتا رہے ہیں بابا
فریدؒ اگر آپ اسے پلے سے باندھ لیں۔

جوئیں مارن ملکیاں، تتحاں نہ ماریں گھُم
اپنے گھر جائیے، پیر تتحاں دے چم
بابا فریدؒ: میجنٹ گرو

مجھ سے تو بابا فریدؒ کی بڑے سے بھلا کرنے والی بات ہی ابھی ہضم نہیں ہو پائی تھی اور پر
سے میں نے ان کی مخلوق سے رشتے کی ایک اور انوکھی تھیوری کھونج ڈالی۔
”اگر کوئی تمہیں مکا مارے تو آگے سے اس کو گھونسہ مارنے کی بجائے، اس کے پاؤں
چوم کر گھر واپس آ جاؤ۔“

ابھی کل میری ٹریننگ میں جاوید خٹک صاحب نے ایک رکشے والے کا قصہ سنایا۔
جس پر بابا فریدؒ کی اس تھیوری کو انہوں نے استعمال کیا۔

”اندھے ہوتم، نظر نہیں آتا تمہیں؟“ رکشے والا اپنی غلطی کی پرواہ کئے بغیر خٹک پر
برسا۔ اس کی آنکھوں میں خون کھول رہا تھا۔ ”معاف کر دے نایاڑ،“ خٹک صاحب نے بابا فرید کی
بات مانتے ہوئے کہا۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ رکشے والا غلط ہے اور ان کے پاس اسے سیدھا
کرنے کا سامان بھی موجود ہے۔

رکشے والے کے ایک دم تیور ہی بدل گئے۔ پشمیانی اس کے چہرے پہ چھا گئی۔ لفظ اس
کے حلق میں اٹک کر رہ گئے۔ نظریں ملائے بغیر وہ صرف اتنا ہی کہہ پایا: ”کوئی بات نہیں خان
صاحب۔“

کیا تبدیلی ہے یہ رویے کی! تو کیا ہمارے پاس دوسروں کے رویے بد لئے کا اختیار
ہے؟

”اندھے ہو“ سے ”خان صاحب“..... اتنا بڑا فرق! اتنی بڑی تبدیلی! بابا فریدؒ کی
تھیوری کا رگر ہے ذرا آزمائے کے خود دیکھ لیجئے۔



پانچوان پڑاؤ

جیت کی تیاری



-21-

اک آگ کا دریا ہے

لوپا ہوویں پیا کٹیویں تاں توار سڈیویں ھو
 کنھی وانگوں پیا چریویں تاں زلف محبوب بھریویں ھو
 مہندی وانگوں پیا گھوڑیویں تاں تلی محبوب رنگیویں ھو
 وانگ کپاہ پیا پنجیویں تاں دستار سڈیویں ھو
 عاشق صادق ہوویں باھو تاں رسم پریم دی پیویں ھو
 سلطان باھو: لائف کوچ

کامیابی راتوں رات نہیں آتی۔ کامیابی ایک پراس کا نتیجہ ہے۔ اس پراس میں سے گزرے بغیر کامیابی نہیں مل سکتی۔ رات کو آم کا شج بوئیں تو صح اس پہ پھل نہیں لگے گا۔ کامیابی ایک صبر آزم کام ہے۔

کامیابی کے پر اس کو سمجھنے کے لیے آپ کو زندگی کے تین دائرے سمجھنے ہوں گے۔

پہلا دائرة ہے ”سکون“ کا دائرة۔ اس دائرے میں سکون تو ہے مگر عارضی۔ زندگی کی ساری بے سکونی اسی دائرے کی وجہ سے ہے۔ اس دائرے میں رہتے ہوئے ہم آگے کنہیں بڑھ پاتے۔ اس دائرے میں رہنے والے کہیں کنہیں رہتے۔

اس دائرے کے باہی ہر اس چیز سے نفرت کرتے ہیں جو انہیں بے سکون کرے، انہیں سکون کے دائرے سے باہر کھینچے۔ تاہم کڑواج یہ ہے کہ اس دائرے میں رہیں گے تو زندگی ویسی ہی رہے گی جیسی اس وقت ہے۔ بلکہ شاید ویسی بھی نہ رہے۔ اس سے بھی بُری ہو جائے۔ اس دائرے میں رہنے والوں کی صلاحیتوں کو زنگ لگ جاتا ہے۔ ٹینٹ کبھی کھڑنے نہیں پاتا۔

سکون کے دائرے سے کچھ فاصلے پر ایک اور دائرة ہے۔ ”کامیابی“ کا دائرة۔ اس دائرے پر سب کی نظر ہے۔ ہر کوئی یہاں کا ”ویزا“ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ سبھی اس زون میں رہائش کے خواہش مند ہیں۔

زندگی کا سب سے بڑا الیہ جانا چاہیں گے؟

تو سنتے۔ سکون زون کا ہر رہائشی ’کامیابی زون‘ میں جانے کی خواہش رکھتا ہے۔ لیکن الیہ یہ ہے کہ وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ یہاں سے وہاں جانے کے لیے اسے کچھ بھی نہ کرنا پڑے۔ کچھ بھی نہ کر کے وہاں جانا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں اگر قسمت سے کچھ لوگ یہاں سے وہاں پہنچ بھی گئے تو وہاں ٹھہرنا سکے۔ قسمت نے پھر واپس اٹھا کے انہیں سکون زون، میں پھینک دیا۔ اگر انہوں نے کسی پر اس میں سے گزر کر ’کامیابی‘ زون کی شہربیت سمیٹی ہوتی تو وہاں سے کبھی ”ڈی پورٹ“ نہ ہوتے۔ پر اس میں سے گزر کر، قانونی طور پر ”ویزا“ لینے والوں کو کون ڈی پورٹ کرتا ہے بھلا؟ کئی لوگ تو اس چکر میں ایسا ہفتے ہیں کہ ادھر کے رہتے ہیں نہ ادھر کے۔

صحیح طریقہ کیا ہے؟ کون سے پر اس میں سے گزرنے کی بات کر رہا ہوں میں؟
 'سکون کے دائرے' میں رہنے والے، 'کامیابی زون' میں جانے کے خواہش مند لوگوں کو
 ایک اور دائیرے میں قیام کرنا پڑے گا۔ اک آگ کے دریا کو عبور کرنا پڑے گا۔ اس دائیرے کا نام
 ہے "رگڑا زون"۔ اس زون میں نہ صرف کامیابی نہیں ہے بلکہ سکون بھی نہیں ہے۔ تو پھر کیا ہے؟
تکلیف۔

اس زون میں ہے وہ پر اس، جس میں سے گزر کے آپ کامیابی کے زون میں جانے
 کے لیے "تیار" ہوتے ہیں۔ یہ تیاری لوگوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی۔
 یہی وجہ ہے کہ "بغیر تیاری" کے وہ کامیابی زون میں چھلانگ مارنے کی زندگی بھرنا کام
 کوشش کرتے رہتے ہیں۔

رگڑا زون سے میری پہلی ملاقات میرے فیورٹ میجنٹ گرو سلطان باہو نے کروائی۔
 سلطان باہو کے اس ماسترپیس کو پڑھنے کے بعد مجھے کامیابی کے پر اس کی سمجھ آگئی۔
 میں اس نرم مزاج لو ہے کی طرح تھا جو سکون کے خانہ میں پڑا تھا۔ خواہش کر رہا تھا تلوار
 بننے کی۔ لیکن گرم، تپتی انگاروں والی بھٹی کے "پر اس" سے گزرنے کو تیار نہیں تھا۔ میں نے
 جان لیا کہ لو ہے سے تلوار تک کا سفر طے کرنا ہے تو اس بھٹی میں سے، آگ کے دریا میں سے گزرنا
 پڑے گا۔ آگ کی بھٹی دراصل "رگڑا زون" ہے۔ جس میں سے گزرنے سے ڈرنے کا مطلب
 ساری زندگی لو ہائی رہنا ہے۔ تلوار بننے کے خواب کو خدا حافظ کہنا پڑے گا۔

ہم میں سے کتنے لوگ ایک کنگھی کی ماندا پسے محبوب کی زلفوں میں پہنچنا چاہتے ہیں۔
 لیکن جب پتہ چلتا ہے کہ کنگھی بننے سے پہلے اپنی لکڑی کو "چروانا" پڑے گا تو ڈر کے مارے واپس
 'سکون کے دائرے' میں آدمکتے ہیں۔ سوچتے ہیں کنگھی بن کے، محبوب کی زلف میں جا کے کیا کرنا
 ہے؟ ادھر ہی ٹھیک ہیں۔ اب کون بھلا اتنی تکلیف سہے؟ کنگھی بننا ہمارے جیسے کے بس کی بات
 کہاں؟

”رگڑا زون“ کامیابی زون تک پہنچنے کی قیمت ہے۔ جو قیمت ادا کرے گا وہی قدم جمائے گا کامیابی کے دائرے میں۔ باقی رہ جائیں گے بے سکون، سکون کے دائرے میں۔

سلطان باہو سے آپ یہ بھی سیکھ سکتے ہیں کہ کیسے مہندی کے پتے سکون کے خانے میں بیٹھے آزو کرتے ہیں اپنے محبوب کے ہاتھوں کی تلی پر رنگ بکھیرنے کی۔ بالکل ویسے جیسے آپ کھیل، شوبز، سائنس، ادب یا بزنس کی دنیا میں اپنے رنگ بکھیرنے کی آزو رکھتے ہیں۔ لیکن جیسے ہی مہندی کے پتوں کو اندازہ ہوتا ہے کہ رنگ جمانے سے پہلے انہیں ”گھوٹا“، لگوانا پڑے گا۔ ڈوری اور ڈنڈے کے درمیان بار بار پسنا پڑے گا۔ کثنا پڑے گا۔ ان کا رنگ جمانے کا شوق ٹھنڈا پڑ جاتا ہے۔ خوف ان کے گرد گھیرا تنگ کر دیتا ہے۔ وہ رگڑے جانے کے ڈر سے خود کو سکون کے خانے میں قید کر لیتے ہیں اور ایک دن اپنے رنگ دکھائے بغیر ہی دنیا سے چلے جاتے ہیں۔

اس کے برعکس کچھ لوگ کپاس کی طرح ہوتے ہیں۔ عام کپاس، لاکھوں کپاس کی گانٹھوں میں موجود کپاس کی طرح کی سادہ لوح کپاس۔ اس کے دل میں خواہش انگڑائی لیتی ہے کسی کے سر پر دستار بن کر سجنے کی۔ سب آس پاس والے اسے روکتے ہیں۔ اس کی حوصلہ شکنی کرتے ہیں۔ اسے سمجھاتے ہیں کہ ادھر ہی رہو۔ سکون کے ساتھ۔ سکون کے دائرے میں۔ دستار بننا تمہارے ہمارے بس کی بات نہیں۔ کسی تکنیکی میں چلتے ہیں، وہیں رہتے ہیں۔ تکنیکی بھی تو سر کے قریب ہی ہوتا ہے۔ بس ذرا سافرق ہے۔

”تکنیکی پہ ہی تکنیکی کر لیا تو دستار بن کے کسی کے سر پر کیسے ہجوم گی؟“ کپاس خود کلامی کرتی ہے۔

کپاس سکون کے دائرے سے بھرت کافی صدھر کرتی ہے۔ جانے کی کوشش کرتی ہے کہ کیا پر اس ہے؟ کیا طریقہ کار ہے؟ کیا قیمت چکانی پڑتی ہے دستار بننے کی؟ قیمت کا سن کر اس کے ہوش اڑ جاتے ہیں۔

وہنکنے کا خیال آتے ہی اس کی جیسے جان نکل جاتی ہے۔

دستار بننے کے لیے روئی کی طرح 'چجنا' پڑے گا۔ یہ سوچ کے اس کے پاؤں کے نیچے سے جیسے زمین ہی نکل جاتی ہے۔ کامیابی کی اتنی بھاری قیمت دنی پڑے گی؟ رگڑا زون کا خیال ہی اس کے چھکے چھڑانے کے لیے کافی تھا۔ لیکن کپاس ارادے کی پچی تھی۔ اس نے طے کر لیا کہ دستار بننے کے لیے جو بھی کرنا پڑا، جس امتحان سے بھی گزرنما پڑا میں گزروں گی۔ دوسروں کی دل ملنی، طعنے، چوٹیں اس کا کچھ نہ بگاڑ پائیں۔ کپاس نے خود کو دھنکانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ وہ 'چجنا' کے عمل سے گزرنے کے لیے تیار تھی۔ اور پھر ہو گیا رگڑا شروع۔ تکلیف دہ، صبر آزماء، تھکا دینے والا، ہلا دینے والا رگڑا۔ آرام، سکون سب چھن گیا۔ لگتا تھا جیسے یہ رگڑا کبھی ختم ہی نہیں ہو گا۔ کئی باروسوں نے اس کا گھیرا اور کیا۔ کیا سکون زون چھوڑنا صحیح فیصلہ تھا؟ کیا کبھی مجھے اپنے من کی مراد پائے گی؟

کپاس کے اندیشوں نے اسے جکڑ رکھا تھا۔ لیکن کپاس پیچھے ہٹنے والی کہاں تھی۔ وہ ڈٹ گئی، جم گئی اور پھر ایک دن آیا جب وہ واقعی دستار بن کے کسی کے سر پر رج رہی تھی۔ دستار بننے کا خواب تجھ ہو چکا تھا۔

کپاس اگر 'سکون زون' کو چھوڑ کر رگڑا زون کا درد نہ سہتی، پراسس میں سے نہ گزرتی تو کسی بتکے میں گم شدہ، گنمی کی زندگی گزار رہی ہوتی۔ آج دستار بن کر اس کے سارے دردوں کا مداوا ہو چکا ہے۔

سکون زون سے کامیابی زون تک کا فاصلہ وہی طے کر پاتے ہیں جو رگڑا زون کی مشقت سہنے کو تیار ہوتے ہیں۔

لیکن رگڑا زون میں تکلیف سہنے کی طاقت کہاں سے آئے گی؟ اس کا جواب انھی سے پوچھتے ہیں جنہوں نے رگڑا زون سے ملوایا ہے۔ سلطان باہو سے اگر آپ یہ سوال پوچھیں تو ان کا جواب کچھ یوں ہو گا۔

تلہہ بن توکل والا، ہو مردانہ ترے ھو
 جس دکھ تھیں سکھ حاصل ہووے اس دکھ توں نہ ڈریے ھو
 سلطان باھوٰ: لائف کوچ

وہ فرماتے ہیں کہ رگڑا زون کی تکلیفوں کا مردانہ وار مقابلہ کرو، خدا پر بھروسہ رکھوا اور اس دکھ سے کبھی نہ بھاگو جس کے بعد سکھ ملنے کا امکان ہو۔
 یہی وجہ ہے کہ لوہا تلوار بنتا ہے تو گرم تپتی آگ کا دکھ یاد نہیں رہتا۔ کتنگی محظی کی زلفوں میں پہنچ کر چیرے جانے کا درد بھول جاتی ہے۔ مہندی کے پتے اپنے گھوٹے جانے کاغم، محظی کی تلی پر نگ جاتے ہی بھلا دیتے ہیں۔ دستار بن کر کسی شہنشاہ کے سر پہ سجنے والی کپاس کو دھننے کی تکلیفیں کہاں یاد رہتی ہیں؟

لیکن ساتھ ہی اس پراس کو بتانے کے بعد سلطان باہوٰ کے اندر کا لائف کوچ یہ وارنگ بھی دے رہا ہے کہ کامیابی کی یہی رسم ہے۔ اب اگر تمہاری لگن سچی ہے تو اس رسم کو پورا کر کے دکھاؤ۔ یہ راستہ جیت کی منزل تک جاتا ہے۔ آرزو سچی ہے تو اس پہ چل کے دکھاؤ اگر سچے عاشق ہو تو آگ کے اس دریا کو پار کر کے دکھاؤ۔ جو بھاگ جائے سمجھواں کا عشق کمزور، جو پار کر جائے یہ ثبوت ہے کہ اس کا عشق سچا اور مضبوط ہے۔

کنڈے سخت گلاباں والے دوروں دیکھ نہ ڈریے
 شو بھاں جھلنے، رت چوایئے، جھول پھلین تد بھریئے
 میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

لیکن کیا کامیابی زون میں پہنچ جانا کافی ہے؟ کیا یہاں پہنچنے کے بعد زندگی رُک جائے

گی؟ ہتم جائے گی؟

بھی نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہیں سے تو کامیابی کا اصل راز شروع ہوتا ہے۔ کامیابی زون میں لینڈ کرنے کے کچھ ہی عرصے بعد آپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا کب یہ کامیابی زون، ایک بار پھر سکون زون، میں بدل گیا ہے۔ آپ احساس کریں یا نہ کریں آپ کو ضرورت ہو گی ایک اور کامیابی کا زون ڈھونڈنے کی اور وہاں جانے کے لیے آپ کے سامنے ہو گا ایک اور رگڑا زون۔ آپ سکون کے دائرے کو خدا حافظ کریں گے، رگڑا زون کو گلے لگا کئیں گے۔ اور کچھ ہی عرصے بعد آپ کامیابی کے ایک نئے آسمان کو چھوڑ ہے ہوں گے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی کامیابی کے جس بھی زون میں کھڑا ہے وہ یا تو سکون زون بن چکا ہے یا بننے والا ہے۔ اگر آپ نے بے سکونی کو گلے لگانے کا مشکل فیصلہ آج نہیں کیا تو یاد رکھیے سکون کے دائرے کو بے سکونی دینے میں زیادہ در نہیں لگے گی۔ تو پھر کیا کریں؟ سکون زون سے کنارہ کشی کریں۔ کامیابی کا خواب دیکھیں۔ سکون کو بائے بائے کر کے اس کی طرف بڑھیں۔ تکلیف کو گلے لگا کئیں، مشکل راستوں کا انتخاب کریں اور کامیابی کے نئے نئے افق پر قدم جاتے رہیں، کیونکہ ہر مشکل کے بعد آسانی ہے۔

اگر آپ اپنے مشن میں ثابت قدم ہیں، خالص ہیں، سچ ہیں تو رگڑا زون سے کپی دوستی کر لیں، یہی کامیابی کا راستہ ہے۔

-22-

ڈسپلن

من چاہے محبوب کوں، تن چاہے سکھ چین
 دوئ راجہ کی سیدھ میں کیسے بنے حسین
 شاہ حسین: سکسیس کوچ

کامیابی اور لیڈر شپ کے آفیو اصولوں میں سے ایک اصول ڈسپلن ہے۔
 جم ران، برائی ٹرییی، سٹیون کوے اور جیک کینفیلڈ کی کامیابی کا فارمولہ ڈسپلن کے
 بغیر مکمل نہیں ہوتا۔ میری اپنی کتاب ”ٹک ٹک ڈالر“ میں ڈسپلن کو میں نے کامیابی کے چودہ
 اصولوں میں سے ایک قرار دیا ہے۔

لیکن یہ ڈسپلن کی سائنس مجھے سمجھائی کس نے؟ آپ کو جان کے خوشی ہو گی کہ شاہ حسین

کی ڈسپلن کی تھیوری سب کے نظریات پر بھاری ہے۔

دل جب خوابوں کے تعاقب میں نکل کھڑا ہونا چاہیے اور دماغ میں بہانوں کی بھرمار ہو تو ڈسپلن کی دولت سے مالا مال شخص ہی خوابوں کی جانب قدم اٹھائے گا۔ سستی اور کامیابیوں کو قدم اٹھانے سے روک لے گی۔

محبوب سے مراد شاہ حسین[ؒ] کے نزدیک ہر وہ چیز ہے جسے آپ اپنا ہدف قرار دے سکتے ہیں۔ اچھی نوکری، نیا گھر، بیروں ملک تفریحی ٹرپ، سیلز گرو تھہ، کار و بار میں وسعت، بچوں کی اعلیٰ تعلیم، حج کام بارک سفر، کسی ضرورت مند کی مدد..... آپ کی محبت جو بھی ہو، ڈسپلن کے بغیر اس محبت کو پانانا ممکن ہے۔

ڈسپلن کا مطلب کیا ہے؟

سادہ لفظوں میں، دل مانے یا نہ مانے اپنے ہدف کے تعاقب میں نکل کھڑے ہونا۔ مشکل قدم اٹھائیں۔ وہ قدم جسے روکنے کے لیے کتنی ہی چیزیں سازشوں کا جال پھیلائے ہوتی ہیں۔ سر درد، بارش، موسم کی خرابی، ناکامی کا خوف، ٹریفک جام، کرکٹ میچ، لوڈ شیڈنگ، موڈ کی خرابی، کسی کی ناراضگی، بھوک، بے آرامی، دوستوں کی آفرز، موبائل فون کے پیکچ، فیس بک اور ٹوئیٹر..... ڈسپلن سے دور رکھنے کے لیے جب اتنی چیزیں آپ کو بہلا پھیسلا رہی ہوں تو قدم ڈگ گا ہی جاتے ہیں۔ آپ اپنے خوابوں کی راہ پر چلنے کی بجائے کسی اور پُر کشش راہ پر چل نکلیں تو سمجھ جائیں آپ 'سکھ چین' کے چکر میں پڑ گئے ہیں۔

آج کا سکھ چین کل کا درد بن جائے گا۔ دل کی بات مان لیجئے، ڈسپلن کی تکلیف کو چُن لیجئے۔ ڈسپلن اور ایکشن کا آپس میں گھرا ساتھ ہے۔ جہاں ڈسپلن ہے وہیں ایکشن ہے۔ جہاں ایکشن نہیں وہاں کبھی کسی نے ڈسپلن کو آتے جاتے نہیں دیکھا۔

ایکشن کیا ہے اور کیوں ضروری ہے؟

ایکشن کا مطلب 'ٹال مٹول' کی نفی ہے۔ ایکشن سے مراد دل کی آواز سننا ہے۔ ایکشن خوابوں سے سچی دوستی کی دلیل ہے۔

لیڈر شپ باتیں بنانا نہیں ہے۔ لیڈر شپ سکور بورڈ پر اچھے نتائج دکھانا ہے۔ ایسا سکور جسے دیکھ کر لوگ دنگ رہ جائیں۔ میدان کھیل کا ہو یا بنس کا..... خالی باتوں کی کوئی گنجائش نہیں حتیٰ کہ حشر کے میدان میں بھی باتیں نہیں اعمال کام آئیں گے۔

بانِ عمل دے نہیں نجات تیری
پیا ماریں قطب دیا بیٹیا اوئے
وارث شاہ^۲: لائف سٹریٹجیسٹ

ایکشن کے بارے میں وارث شاہ کا نظریہ بڑا سادہ ہے۔

ہمیں اس بات سے مروع نہ کرو کہ تم کس کے بیٹے ہو، کس خاندان سے ہو اور کس مقام و مرتبے کے مالک ہو..... بس اتنا بتاؤ کہ تمہارا عمل کیا ہے؟ ایکشن کی طاقت لفظوں کی طاقت سے کہیں بڑی ہوتی ہے۔

الفاظ کی نسبت ایکشن زیادہ چیخ چیخ کے بولتے ہیں، یہ بات کس کو نہیں پتہ؟ اس کے باوجود لیڈر شپ کی پوزیشن میں بہت سے لیڈر زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں کر رہے ہوتے۔ اسی لیے وہ لیڈر دوسروں کی نگاہوں میں اپنی عزت کھود دیتے ہیں۔ آپ کا اگلا قدم کیا ہے؟ آپ کو ایکشن سے کس نے روک رکھا ہے؟ ڈسپلن سے دوستی بچھے۔ خوابوں کے پیچے ہاتھ دھوکر پڑ جائیے اور زندگی کا حق ادا کر کے دکھاد بچھے۔

اُلٹے ہور زمانے آئے
تال میں بھیت سجن دے پائے
بلھے شاہ: لیڈر شپ گرو

تبديلی کے ساتھ ہم سب تکلیف کا رشتہ جوڑ لیتے ہیں۔ ہمیں نہ بد لئے میں سکھ کا احساس ہوتا ہے۔ ہمیں لگتا ہے نہ بد لئے میں ہمارا فائدہ اور بدل جانے میں نقصان ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم زیادہ تر تبدیلیوں کی حمایت نہیں کرتے۔ ہم ویسے ہی رہنا چاہتے ہیں جیسے ہم ہمیشہ سے تھے۔ چیز یہ ہے کہ اگر کچھ نہ بدلا تو پھر آپ کی زندگی میں کچھ بھی نہیں بد لے گا۔ ہم چاہتے تو ہیں کہ ہماری زندگی بدل جائے۔ لیکن خود کو بد لئے سے بھاگتے ہیں گویا درد سے بھاگتے ہیں۔ بلھے شاہ کے تبدلی کے اس نظریے کو پڑھنے سے ہو سکتا ہے آپ کی سوچ بدل جائے۔ آپ نہ بد لئے میں درد اور بدل لئے میں سکھ محسوس کرنا شروع کر دیں۔ اگر ایسا ہو گیا تو یہ بہت بڑا بُریک ہڑہ ہو گا۔

بلھے شاہ تبدلی کے بارے میں اپنا تجربہ پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں تبدلی کا احسان مند ہوں کیونکہ اگر تبدلی نہ آتی تو میں کامیابی اور عظمت کے وہ پوشیدہ راز کبھی نہ سمجھ پاتا جو تبدلی سے نجاہ کرنے کے پر اس میں مجھے سیکھنے کا موقع ملا۔ تبدلی زحمت نہیں، رحمت ہے۔ تبدلی سے ڈرانے کی نہیں، اس سے دوستی کرنے کی ضرورت ہے۔ بدلتے موسموں سے نجاہ کرنے کے لیے آپ کی چھپی صلاحیت امّاًتی ہیں۔ آپ جب تک نئے زمانوں کو خوش آمدید نہیں کہتے پرانے زمانے آپ کی جان نہیں چھوڑیں گے۔

پرانے زمانوں کی سوچ نئے زمانوں کے چیلنج میں آپ کو سخرنوں میں کرو اسکتی۔ آپ اپنی صلاحیتوں کا بھید تبھی پائیں گے جب نئے زمانوں کے ساتھ دوستی کریں گے۔ آپ نئے زمانوں کی تبدلی سے چھپ جائیں گے تو وہی حال ہو گا جو دنیا کی ان کامیاب

ترین کمپنیوں کے ساتھ ہوا جھوٹ نے نئے زمانوں کی تبدیلیوں کے ساتھ بھانہیں کیا اور بالآخر بڑنس کے صفحے سے مت گئیں۔ معروف کمپنی نو کیا کی حالیہ مثال آپ کے سامنے ہے۔

تو پھر آپ نئے زمانوں کو خوش آمدید کہنے کے لیے آمادہ ہیں؟
تبدیلی کے ساتھ بدل کر، اپنے پوشیدہ صلاحیت کے نہ زمانوں کا کھونج لگانا چاہیں گے آپ؟

تبدیلی کے ساتھ بدل جانا ہی زندگی کی نشانی ہے۔

-23-

ٹائم مینجمنٹ

وارث شاہ میاں اے وقت گھٹھا
 کسے پیر نوں ہتھ نہ آیا اے
 وارث شاہ: لاکف سٹریٹجسٹ

میرے اور آپ کے ہاتھ میں بس ایک بھی لمحہ ہے۔ میرے یہ لائن لکھتے لکھتے، اور آپ
 کے پڑھتے پڑھتے، وہ بھی گزر گیا!
 جو گزر گیا وہ بھی آتا نہیں، جو ابھی آیا نہیں اس کا کچھ پتہ نہیں۔ تو کیوں نہ ہم اس لمحے کو
 جو اس وقت ہماری اپنی مٹھی میں ہے، ہمارا ہے، سارے کاسارا ہے..... کچھ یوں گزار دیں، سنوار
 دیں، امر کر دیں کہ اس کے نتیجے میں ہم خود بھی سنور جائیں، امر ہو جائیں۔

وارث شاہ نے صاف صاف بتادیا ہے کہ کوئی بادشاہ ہو یا بہت بڑا پہنچا ہوا پیر ہو، ایک بار وقت ہاتھ سے گیا تو پچھپے بس پچھتا وے ہی رہ جائیں گے۔
فیصلہ تو آپ نے کرنا ہے۔ پچھتا واچا ہئے یا اطمینان؟

گئی عمر تے وقت فیر نہیں مُردے
گئے کرم تے بھاگ نہ آوندے نی
وارث شاہ: لاکف ستر میجنٹ

گئے وقت کو واپس بلانے کے شوق میں اس لمحے کو مت گوائیے۔ شاندار ماضی کی یادوں میں گم رہنے سے آج نہیں سنورے گا۔ اگر آپ کا آج گزرے کل پہ پچھتا نے یا اس پہ فخر کرنے میں گزر گیا تو آنے والا کل اور بھی خراب ہو جائے گا۔ یاد رکھئے! ایک ہی لمحہ ہے جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔

بے جاناں تل تھوڑے، سنبھل بک بھریں
بے جاناں شوہ نندھڑا، تھوڑا مان کریں
بابا فرید: میجنٹ گرو

پتہ نہیں ہمیں کیوں لگتا ہے کہ ہم نے کبھی مرنانہیں ہے۔ اگر واقعی ہمیں سچ میں احساس ہو کر زندگی اور اس کی سانسیں بڑی محدود ہیں تو کیا ہم تب بھی انھیں ایسے ہی بے دردی سے خرچ کریں؟

بابا فرید کہتے ہیں کہ اگر مجھے احساس ہو جاتا کہ تل، یعنی سانسیں کم ہیں تو میں ان کو اپنی

ترجیحات کے ”بک“ میں بڑا سوچ سمجھ کے ڈالتا۔ ایک سانس بھی ایک ”بک“ سے دوسرے ”بک“ میں ڈالنے وقت نیچے گرنے یا ضائع ہونے نہ دیتا۔ لیکن افسوس میں نے کتنے ہی لمحے، دن مہینے اور سال بے خیالی میں تباہ کر دیئے۔ مجھے پہلے پتہ چل جاتا تو میں ان سانسوں کو ایسے کاموں میں لگاتا جو مجھے دونوں دنیاوں میں سرخ روکرواتے۔

بابا فریدؒ احساس دلار ہے ہیں کہ سب خدا پچھوڑ کے، ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھنے جاؤ۔
وہ بڑا بے نیاز ہے، اپنے اوپر بھروسہ رکھو۔

عمر بندے دی اینویں وہانی جیویں پانی وچ پتا سا ھو
تیتحوں صاحب لیکھا منگسی رتی گھٹ نہ ماسا ھو
سلطان باھوؒ: لائف کوچ

پانی میں گھلتا پتا سادا کیھا ہے کبھی؟
اک لمحے کونگاہ ہٹی، دوبارہ دیکھا تو پتا سا صاحب پانی میں گھل چکے تھے۔ بس اتنی ہی زندگی ہے۔ ہماری نظر اپنے ہدف سے ہٹی، ہم کسی اور چیز میں مصروف ہو گئے، واپس پلٹے، تو واپس پلٹنے کا وقت ہو چکا تھا۔

لیکن یہ طے ہے کہ جتنا وقت ہم دنیا کے اس پانی میں پتا سا بن کے گزارتے ہیں اس کا سخت حساب ہونا ہے۔ نہ رتی بھر کم نہ ماسازیادہ۔

ہماری پھری یہ ذمہ داری ہوتی ہے کہ جو ہدف لے کے خدا کے ہاں سے نکلے تھے اس پر توجہ دیں۔ اپنے آپ کو، اپنے مشن کو پہچانیں تاکہ جب واپسی کی کال آئے تو پچھتاووں کے بغیر اپنے مالک کے پاس لوٹ جانے کو تیار ہوں۔

لوئے لوئے لے لے کڑیے سودا ایس بزاروں
شام پئی تے لبھنا ناہیں نہ آروں نہ پاروں
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

-24-

پرموشن کا حسن

کتن سکھ توں کڑیے، چڑھیا لوڑیں کھاری
کہے حسین فقیر سائیں دا، عملاء باجھوں خواری
شاد حسین: سکسیس کوچ

ہر دوسرے روز ٹریننگ میں میری ملاقات ایسے نوجوانوں سے ہوتی ہے جو ادارے
سے نالاں ہوتے ہیں۔ ”میری قدر نہیں ہو رہی، پرموشن نہیں مل رہی، میرا کیر رُزگار گیا ہے“
وغیرہ وغیرہ۔

مینجنٹ سے بات کروں تو پتہ چلتا ہے کہ پرموشن کے لیئے طے کردہ معیار پران میں
سے کوئی پورا نہیں اترتا۔ لیڈر بننے کے لیئے جو خصوصیات دکھانے کی ضرورت ہے وہ دور دور تک

ان میں نظر نہیں آتیں۔ جو سوچ، میچورٹی اور کار کر دگی، لیڈر شپ کی پوزیشن کے لیے لازمی ہے وہ ان سے کوسوں دور ہے۔

شاہ حسین[ؒ] کے پاس ایسے تمام پروموشن کے مارے لوگوں کے لیے ایک زبردست کوچنگ پروگرام ہے۔ پرانے زمانے میں جب کسی اڑکی کی شادی ہونے والی ہوتی تھی تو اسے بنیادی کام سکھائے جاتے تھے، تاکہ وہ اگلے گھر میں عزت پائے۔ ان میں سے ایک اہم مہارت چرخہ کا تنے کی تھی۔ جو اڑکی کا تنہیں سیکھے اور اس کو کھارے چڑھانے کا وقت آن پنچھ، سرال والے لگھر میں اس کے لیے خواری ہی خواری ہے۔

شاہ حسین[ؒ] نے اس استعارے کو خوبصورتی سے لیڈر بنے اور پروموشن کے خواہش مند ہر شخص کے سامنے رکھ دیا۔ جسے کتنا نہیں آتا ہوا اور اس کے پرفارمنس اپریزیل، کا وقت سرپہ آجائے تو اس مہارت کے بغیر خواری ہی خواری ہے۔

آپ کو معلوم کرنا چاہیے کہ پروموشن کے لیے کیا کرنا پڑے گا۔ اگر آپ پورے ہتھیاروں کے ساتھ تیار ہوں گے، کتنا سیکھ لیں گے، تو اگلے گھر میں ساس یہ ذمہ داری آپ کو سونپ دے گی اور خود آرام کرے گی۔

عملاء والیاں سب لنگ گھنیاں رہ گئی او گنہماری
ساری عمر اکھید گوانی، اوڑک بازی ہاری
بلھے شاہ[ؒ]: لیڈر شپ گرو

بلھے شاہ[ؒ] بھی تیاری کے بغیر ترقی کو جعلی قرار دیتے ہیں۔ عارضی طور پر اگر بنا مہارت آپ لیڈر بن بھی گئے تو کردار نہیں کر سکتے گے۔ آپ بازی ہار جائیں گے۔ تب پچھتا وہ گوا کہ جو وقت اپنی مہارت بنانے کا تھا اسے کھیل کو دیں کیوں ضائع کیا؟ ورلڈ کپ کے پہلے مجھ

والے دن، صبح کو اگر آپ 'کاتنا' سیکھنے کی ابتداء کریں گے تو آپ کا حال وہی ہو گا جو 2016ء کے
میٹھی ٹوٹھی ورلڈ کپ میں پاکستانی ٹیم کے ساتھ ہوا۔

پڑھن علم تے عمل نہ کرن جیہڑے
وانگ ڈھول دے پول جو سکھنا ای
وارث شاہ: لاکف سٹریچسٹ

میجنمنٹ اور لیڈر شپ کی، مغربی اور مشرقی ساری تھیوریاں جانے کے بعد بھی آپ کی
لیڈر شپ کی گئیں میں بہتری نہ آئے تو کیا فائدہ؟ اپنے علم کو عمل میں نہ لانے والے باتوں کے
جادوگر کسی کام کے نہیں۔ اداروں، قوموں، معاشروں کو باتوں سے بہلانے والے نہیں، ایکشن
سے بہلانے والے لیڈر چاہئیں۔

با توں کے ہیر و پھٹے ہوئے ڈھول کی طرح ہیں جس سے شور تو پیدا ہوتا ہے لیکن کوئی
اس کی تھاپ پہ والہانہ قص کرنے پر راغب نہیں ہوتا۔
لیڈر شپ میں واک داٹاک، ہی بہترین سٹریچی ہے۔ جو کر کے نہ دکھا سکے بطور لیڈر وہ
اپنی عزت کھو دیتا ہے۔

وارث شاہ فعال ناں خوار ہوندے
بندے پاک گناہ تھیں جمدے نیں
وارث شاہ: لاکف سٹریچسٹ

آپ عزت کمائیں گے یا عزت کھوئیں گے اس کا انحصار آپ کے ایکشن پر ہے۔

ہماری زندگیوں کی ساری خواریاں ہمارے اپنے غلط ایکشن کا نتیجہ ہیں۔ ہم میں سے اکثر لوگ علم کی دنیا کے شہنشاہ اور عمل کی دنیا کے بھکاری ہیں۔ ہم علم کے محل میں رہتے ہیں لیکن عمل کی سرز میں پہ ہم ایک جھونپڑی کے بھی مالک نہیں ہوتے۔ ہم میں سے کئی توقع کے معاملے میں بالکل ہی بے گھر ہوتے ہیں۔

تبیح پھری تے دل نہیں پھریا کی لینا تبیح پڑھ کے ھو
جاگ بنا دھ جمد نے نا ہیں، بھاویں لال ہوون کڑھ کڑھ کے ھو
سلطان با ھو: لا ۱۷ کوچ

تو پھر آپ اپنے علم کو علم میں جھلنکنے کا موقع کب دینے گے؟ اپنے خوابوں کے دودھ کو ڈسپلن
کی جاگ کب لگائیں گے؟

-25-

مرشد ہی کوچ ہے

دُوھ تے دھی ہر کوئی رِڑکے، عاشق بھارڑ کیندے ہو
نام فقیر تھاں دا باھو جہیڑے ہڈاں تو مکھن کڈھیندے ہو

سلطان باھوؒ: لائف کوچ

پیدائشی لید روائی تھیوری پہ میں زیادہ یقین نہیں رکھتا۔ میری نظر میں ہر شخص کے اندر لید رشپ کا نجح موجود ہے۔ مناسب، بروقت آبیاری سے کوئی بھی، کبھی بھی، کہیں بھی اپنے اندر چھپے لید رشپ کے تختے سے اپنے آس پاس کے لوگوں کو مالا مال کر سکتا ہے۔
ہم میں سے ہر کوئی اپنے اندر سوئی ہوئی لید رشپ کو جگا کے اپنے دائرہ اختیار کے اندر والی دنیا کو سنوار سکتا ہے۔ جتنی زیادہ کوشش ہم اپنے دائرہ اختیار میں موجود دنیا کو سنوارنے میں

لگائیں گے، ہمارے اختیار کا دائرہ اتنا ہی پھیلتا جائے گا۔

لیڈر شپ کے اس بارو دکھا ہے، کون چنگاری دکھائے گا۔ اگر
لیڈر شپ کا یہ سمجھی کے اندر ہے تو ہر کوئی اسے تناور درخت میں تبدیل کیوں نہیں کر پاتا۔
میرا جواب ہے ”آبیاری نہ ہونے کی وجہ سے۔“
لائف سٹریٹجسٹ وارث شاہؒ کا جواب بھی سن لیجئے۔

بنال مرشدال راہ نہ ہتھ آوے
دُدھ باجھ نہ رجھدی کھیر میاں
وارث شاہؒ: لائف سٹریٹجسٹ

کبھی دودھ کے بغیر کھیر کھائی ہے آپ نے؟ مرا آیا تھا؟ جیسے لذیذ کھیر کے لیے دودھ
ضروری ہے اسی طرح اپنی لیڈر شپ نکھرانے کے لیے آپ کو ایک کوچ چاہئے۔ ایک مرشد
چاہئے۔ ایک مینٹور چاہئے۔

کوچ آپ میں وہ دیکھے گا جو آپ خود کبھی بھی دیکھنے میں پائیں گے۔
کوچ آپ کی صلاحیتوں کو سمت دیتا ہے۔ آپ کی سوچ کے زاویوں کو سدھارتا ہے۔
کوچ وہ سوال کرتا ہے جو آپ خود سے کبھی نہیں کر پائیں گے۔ لیکن کوچ کی سب سے خاص بات
یہ ہے کہ وہ کبھی بھی کسی سوال کا خود سے جواب نہیں دیتا۔ وہ آپ کی سوچ اور رویوں کی اس طرح
کا نٹ چھانٹ کرتا ہے کہ آپ خود ان سوالوں کے جواب تک پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن یہ پر اس اتنا
آسان نہیں ہے۔

ایک اچھے کوچ کی نشانی کیا ہے؟ آپ کو کیسے پتہ چلے گا کہ کس قسم کے شخص کو آپ کوچ
بنائیں؟ کوچ اور آپ کے درمیان کیا رشتہ ہونا چاہیے؟ کوچ کے ساتھ آپ اس کو چنگ ریلیشن

شپ میں آخر کریں گے کیا؟

جواب سلطان باہوؒ سے سنتے ہیں:

کامل مرشد ایسا ہو وے جیہڑا دھوپی و انگوں چھٹے ہو
میلیاں نوں کر دیندا پڑھا وچ ذرہ میل نہ رکھے ہو
سلطان باہوؒ: لائف کوچ

کوچ کا کام آپ کے لیے آسانیاں پیدا کرنا نہیں ہے۔ کوچ تو آپ کی زندگی کو اچیرن
بنادیتا ہے۔ اس شعر کو پڑھنے کے بعد مجھے اپنے کوچ ڈاکٹر نعیم مشتاق یاد آرہے ہیں۔ جب انھوں
نے ایک ماہر دھوپی کی طرح میری دھلائی شروع کی تو میں تیخ پا ہو گیا۔ تو پوں کا رُخ ان کی طرف
موڑ دیا۔ خوب بھڑاس نکالی۔ شروع میں مجھے لگا اس دنیا میں ڈاکٹر نعیم مشتاق سے بڑا میرا کوئی
دشمن نہیں ہے۔ ایک آدھ بار تو میری باقاعدہ ان سے لڑائی ہو گئی۔ ان سے بات چیت بند ہو گئی۔
(یہ لکھتے ہوئے آج میں خود پہنس رہا ہوں اور اپنے رویے پہ شرمندہ بھی ہوں) لیکن ڈاکٹر نعیم
ایک سچے، کھرے اور منجھے ہوئے کوچ کی طرح میرے سارے حربوں کو وزیر کرتے گئے۔ دھلائی
بے حد تکلیف دہ تھی۔

ڈاکٹر نعیم کی تندو تیز باتیں جو سو فیصد سچی تھیں، میرے دل میں چاقو کی طرح پیوست
ہوتی تھیں۔ خود کو سنوارنے کی بجائے میں الارم بند کر کے نیند میں چلنے کو ترجیح دیتا رہا۔ لیکن بالآخر
ڈاکٹر نعیم اور میرے باقی کوچز کے مسلسل چھٹے جانے سے میں نکھرنا شروع ہو گیا۔ ڈاکٹر صداقت
علی، عارف انیں، مسعود علی خان، ڈیوالرج، بختیار خوجہ، سے جتنا ہو سکا ان سب نے مل کر مجھے
خوب دھویا۔ میرا میل کم ہوتا گیا، نکھار بڑھتا گیا اور سچ تو یہ ہے کہ یہ دھلائی آج بھی جاری ہے۔

اس دھلائی کے بغیر کوئی انسان قطرے سے دریا اور لہر سے سمندر نہیں بن سکتا۔ تاہم جب دھلائی ہو رہی ہوتی ہے تو سمجھ نہیں آتی کہ کوچنگ کو کیسے پینڈل کریں۔ کوچ کی کوچنگ کا جواب کیسے دیں؟

میں خوش قسمت تھا کہ جب میں تکلیف سے تنگ آ کر، اپنے کو چڑ سے جان چھڑانے کا پکا تھیس کر چکا تھا، وارث شاہ[ؒ] کی کوچنگ تھیوری میرے ہاتھ لگ گئی۔

سادے چم دیاں جُتیاں کرے کوئی
جیہڑا جیہو دا روگ گواوندا ای
وارث شاہ[ؒ]: لاکف سٹریٹجست

اس تھیوری کی سمجھ کیا آئی، میری تو سوچ، گویا زندگی ہی بدل گئی۔
واہ! کیا بات ہے..... مجھے سمجھ آگئی۔ کہ جس شخص کے ہاتھ میں میرے 'عشق' کا علاج ہے، جو مجھے میرے ہدف تک پہنچانے میں راہنمائی کر سکتا ہے۔ مجھے مکمل طور پر خود کو اس کی کوچنگ میں سونپ دینا ہے۔

مرشد سے کوئی سوال جواب نہیں کرنا۔ وہ جو کہے، وہ جو کروائے کرنا ہے، جو سوچوائے سوچنا ہے، جو مانگے دینا ہے۔ اپنا بہترین اس کی خدمت میں پیش کرنا ہے۔

جس کوچ نے آپ کو منزل پہنچانا ہے اور اس کے پاس وہ سارے منتر، سارے ٹوکلے، سارے تعویذ ہیں..... تو اس کے بدالے میں چاہے وہ آپ کی کھال اُتار لے۔ کھال اُتارے گی، دردو ہو گا۔ لیکن یہ درد اُس خوشی کے مقابلے میں کہیں کم ہو گا جو منزل پالینے کے بعد آپ کو ملے گی۔

ایک بار آپ اس نتیجہ پہنچ جائیں کہ کوچ کے ہاتھ میں آپ کے درد کی دوا ہے، آپ کے خوابوں کی کنجی ہے، اور آپ کے مشن تک پہنچنے کا نقشہ ہے..... اس کے بعد آپ خود کو اس کے سپرد کر دیں۔ اور چاہے وہ آپ کی کھال اُتار کر اس سے اپنے جوتے بھی بنالے آپ اُف نہ کریں۔ کوچ کو دل کھول کے دھلانی کی اجازت دیجئے۔ ایک بار ساری میں نکل جانے دیجئے پھر دیکھئے آپ کی زندگی اور کیرز میں کیسا نکھار آتا ہے۔

کوچ کو مرشد کا درجہ دے دیں۔ اس کی طرف سے آنے والی ہر تکلیف کو خوش دیں سے، کامیابی کے پر اس کا حصہ سمجھ کر قبول کریں۔ پتہ ہے کیوں؟ جواب سلطان باھوٰ سے ہی پوچھ لیتے ہیں۔

رات اندر ہیری کالی دے وچ عشق چراغ جلیدا ہو
تھل جل جنگل گئے جھلکیدے، کامل نینہ جناں دا ہو
سلطان باھوٰ: لائف کوچ

مرشد کی طرف سے آپ کے دل میں جگنے والی اپنے مقصد سے عشق کی روشنی آپ کو جنگلوں، پانیوں اور صحراؤں میں رستہ دکھائے گی۔ جن کا عشق کامل ہو خدا انھیں منزل مراد تک ضرور لے جاتا ہے۔

-26-

ناقابلِ تعلیم

پڑھنے دا تو مان نہ کر لینیں نہ آکھیں میں پڑھیا
 او قہار جبار سدا وے، روڑھ سستے دُدھ کڑھیا
 میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

کیا آپ ان لوگوں میں سے تو نہیں ہیں جنہیں لگتا ہے کے انہیں سب پتہ ہے؟ جو خود کو
 ناقابلِ تعلیم سمجھتے ہیں، جنہیں یقین ہے کہ وہ کسی سے کچھ نہیں سیکھ سکتے؟ جو خود کو عقلِ مُل سمجھتے
 ہیں؟ دوسروں کے علم کو حقیر جانتے ہیں؟ ان کی مہارت کو تھڑا کلاس گردانے ہیں؟
 مولاعلیٰ کا قول ہے کہ ”آپ کی تباہی کے لیئے یہ کافی ہے کہ آپ خود کو دوسروں سے
 بہتر اور انہیں خود سے کم تر محسوس کریں۔“

اگر آپ اس سُٹچ پہ پہنچ گئے ہیں جہاں کسی سے کچھ سیکھنا، سمجھنا آپ کے لیے لازمی نہیں رہا تو سمجھ جائے آپ کا پستی کی طرف سفر شروع ہو گیا ہے۔
پورا دگار کو غرور اور تکبر پسند نہیں۔ ہر چیز کا علم صرف اسی کو ہے۔ اگر آپ کو لگتا ہے کہ کوئی کتاب، کوئی واقعہ، کوئی تھیوری، کوئی نصیحت آپ کی معلومات میں اضافہ نہیں کر سکتی تو پھر ہو سکتا ہے خدا کی جا برا اور قہار ہونے کی صفت ایکشن میں آجائے اور کامیابی کی الگی سیر ہمی سے وہ آپ کو اوندھے منہ گردے۔

کڑھا ہوا دودھ جو کہ اگلے مرحلے کے لیے خود کو تیار سمجھتا ہے، اگر اپنے ہونے پر غور کرے تو خدا اسے گردیتا ہے۔ کھیر، رس ملائی یا بر فی بنے کے لیے دودھ کی ساری تیاری را بیگانے چلی جاتی ہے۔ اپنی کوششوں کو ضائع ہونے سے بچائیے۔ کبھی اپنے علم، ذہانت، صلاحیت کامان نہ کبیجئے۔ مان کرنا خدا کو پسند نہیں ہے۔ وہ جب چاہے جس کو چاہے ساری تیاری کے باوجود بلندی سے پتیوں میں دھکیل سکتا ہے۔

میاں محمد بخش خود ہی اپنی تھیوری کی وضاحت میں ایک اور دلیل کچھ یوں پیش کرتے

ہیں:

اُچا ناں رکھایا جس نے چلے دے وچ سڑیا
نبیاں ہو کے لنگِ محمد، لنگ جاویں گا اڑیا
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

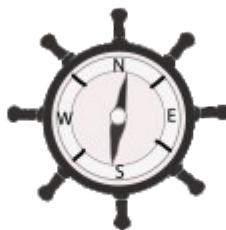
خواہ مخواہ کافخر اور تکبر انسان کی عزت کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ بڑے لیدر کی توانشانی ہی یہی ہے کہ جب وہ کامیابی کا تمام کریڈٹ لے بھی سکتا ہو، تب بھی وہ کامیابی کا سارا کریڈٹ ٹیم کی جھوٹی میں ڈال دیتا ہے۔ وہ اپنی کامیابی کی وجہ اپنی خوش نصیبی کو، اپنے ادارے کے کلپکرو، بورڈ کو، والدین کو،

دوستوں کو فرار دے دیتا ہے۔ حالانکہ سب کو پتہ ہوتا ہے، کہ اس کا میابی کے پیچھے لیڈر نے بذاتِ خود کتنی سچی کھری اور انتحکھ محنت کی ہوتی ہے۔

یہی انگساری لیڈر کو مشکل سے مشکل مارلوں سے با آسانی گزرنے کا ہنر سکھا دیتی ہے۔ فخر کرنے والے، سارا کریڈٹ خود ہضم کر جانے والے، دوسروں کی کوشش کا اعتراف نہ کرنے والے لیڈر کے ساتھ، اگلے موڑ پہ کوئی بھی کھڑا نہیں رہتا۔ بس چولھے میں سڑنے کے لیئے وہ بیچارا اکیلا ہی رہ جاتا ہے۔

چھٹا پڑاؤ

لیڈر شپ کا سفر



-27-

پرسنل برینڈ نگ

ڈیوالرج کی کتاب 'لیڈر شپ برینڈ' ایک شاہ کار کتاب ہے۔ میں ذاتی طور پر ڈیوالرج کا بہت بڑا فیمن ہوں۔ پچھلے سال دُمئی میں ہونے والی لیڈر شپ کانفرنس میں مجھے تین دن ڈیوالرج کے ساتھ گزارنے کا موقع ملا۔ ہم ٹھہرے بھی ایک ہی ہوٹل میں ہوئے تھے۔ اس لیے ملاقات کے موقع کانفرنس ہال کے باہر بھی میسر رہے۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ لیڈر شپ برینڈ نگ کے اوپر ماڈرن دنیا میں جس قدر زور دار نظریات ڈیوالرج کے ہیں کسی اور کے ہاں نہیں پائے جاتے۔

لیکن اگر کسی کی لیڈر شپ فلاسفی کے آگے ڈیوالرج کی بھی بس ہو جائے تو اسے آپ کیا نام دیں گے؟ آپ کا مجھے پتہ نہیں۔ میں اسے سلطان باہو ہوں گا۔

عشق محبت دریا دے وچ تھی مردانہ ترئے ہوئے
 جتنے پون غصب دیاں لہاں قدم اتھائیں دھرئے ھو
 او جھڑ جنگ بلائیں بیلے، وکیھ وکیھ نہ ڈرئے ھو
 نام فتیر تدائیں تھیندا جد وچ طلب دے مریئے ھو
 سلطان باھوٰ: لائف کوچ

آپ بطور لیڈر خود کو کس طرح 'برینڈ' کرنا چاہتے ہیں اس کی راہنمائی لیڈر شپ گرو
 سلطان باھوٰ سے حاصل کریں۔

پہلا سبق:

پشن برینڈنگ کے لیے اولین چیز ایسے پروفیشن، ایریا اور مارکیٹ کا انتخاب کرنا ہے جس سے آپ کا عشق وابستہ ہو۔ کسی اور دریا میں آپ جتنی مرضی چھلانگیں مارتے پھریں آپ کبھی اُبھر کر سامنے نہیں آئیں گے۔ آپ جب تک صحیح میدان میں نہیں اُتریں گے بڑی فتح سے ہمکنار نہیں ہوں گے۔

دوسرा سبق:

آپ جس طرح کے دریا میں اترنے کا فیصلہ کریں اس کے مزاج، رفتار، اور سائز کا آپ کو بخوبی علم ہونا چاہیے۔ آپ کو مشکلات کا پیشگی علم ہونا چاہیے۔ دریائے راوی کا مਊڈ دریا یہ کنہار کے مਊڈ سے بے حد مختلف ہے۔ آپ کو پانیوں کے کٹاؤ، لہروں کے رد عمل، ہوا کے رُخ اور دریا کی گہرائی کو مد نظر رکھ کے تیرا کی کاپلان بنانا چاہیے۔ یاد رکھیے، صرف تیرنا نہیں ہے۔ مردانہ وار تیرنا ہے۔ دل سے تیرنا ہے۔ اس ڈھنگ سے تیرنا ہے کہ لوگ سب کام چھوڑ کر آپ ہی کو

دیکھیں۔ آپ کے تیرنے کا انداز ایک مثال بن جائے۔

تیسرا سبق:

غضبنا کا لہروں سے ڈرنا نہیں ہے۔ بے خوفی، جرأت، بے باکی، آپ کے لیڈر شپ برینڈ کا حصہ ہونی چاہئے۔ جہاں سب قدم رکھنے سے بھاگیں وہاں آپ کے قدم جم جانے چاہئیں۔ جب چیلنج کو قبول کرنے کے لیے کوئی تیار نہ ہو تو آپ کی برینڈ نگ ایسی ہو کہ لوگوں کی زبان پر صرف آپ کا نام آئے۔ آپ خود کو دوسروں سے ممتاز اسی صورت میں کر سکتے ہیں جب آپ وہ کریں جسے کوئی اور کرنے کا سوچ بھی نہیں۔

اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ آپ کی پہچان ایک ایسے لیڈر کی ہو جو لوگے بندھے رستوں کا راہی نہیں ہے۔ جو ”میں بھی ہوں“ کی بجائے ”میں ہی ہوں“ کی تصویر ہو۔ جو کاپی کرنے والا نہ ہو۔ جو ٹرینڈ سیٹ کرنے والا ہو۔ جوئی راہیں کھولنے والا ہو۔ نئی دنیاوں کا کھونج لگانے والا ہو۔ جس کے نحیر میں دریافت ہو۔ جس کے بیچ میں ایجاد کرنے کی ٹڑپ ہو۔ جو اس خطرے سے کھیل جائے جس کا سوچ کے سب کی جان نکلتی ہو۔ جب آپ لہروں سے ڈرنے کی بجائے ان پر ”سرفگ“ کرنے کا حوصلہ لے کے دریا میں اُترتے ہیں تو لہریں خود بخود آپ کے پیروں میں بچھتی جاتی ہیں۔

چوتھا سبق:

آپ کے لیڈر شپ برینڈ کی چوتھی خوبی مسائل کو حل کرنے کی صلاحیت ہے۔ بے خوفی اور جرأت اپنی جگہ پہلیکن مسائل کے پھاڑ کے سامنے نفرے لگانے سے پھر نہیں سرکیں گے۔ پھاڑوں کا سینہ تو تبھی چیرا جاسکتا ہے جب آپ کے پاس جانے اور انجانے، سوچے سمجھے اور غیر متوقع بھی مسائل کو حل کرنے کے تھیار موجود ہوں۔

جب لوگوں کو یہ پتہ چل جائے گا کہ آپ مسائل کو حل کرنے کی قدرتی صلاحیت سے مالا مال ہیں تو مشکل میں آپ ہی کا نام ہر میٹنگ میں، ہر محفل میں، ہر بورڈ روم میں گونجے گا۔ مسائل پیدا کرنے والے لیڈر توبڑے ہیں۔ اداروں کو، لوگوں کو حتیٰ کہ عوام کو بھی ان لیڈر رز کی تلاش ہے جو اپنی تخلیقی سوچ، حاضر دماغی اور ذہانت سے بڑے سے بڑا مسئلہ حل کر کے دکھادیں۔

بابا فریدؒ ایسے لیڈر رز کی بھی تصویر کشی کرتے ہیں جو مجبوراً بے دلی سے لیڈر شپ کے روں میں پھنسے رہتے ہیں۔ ادارے کے مشکل وقت میں رستہ نکالنے کی بجائے یہ فرار کارستہ ڈھونڈنے میں زیادہ وقت لگاتے ہیں۔ اور جیسے ہی وہ ادارے کا بیڑا غرق کر کے، اسے صفحہ ہستی سے مٹا کے فارغ ہوتے ہیں، تو اپنے آپ سے کہتے ہیں:

بھلا	ہو یا	میرا	چرخہ	بلٹا
میری	جند	عذابوں	چھٹی	
بابا فریدؒ: میجنٹ گرو				

چین کم کی کتاب 'بلیواشن سٹریٹنگ' کے پچھلے ایک دہائی سے بڑے چھپے ہیں۔ کیا یہ جان کے آپ کا سینہ خخر سے چور انہیں ہوا کہ سلطان باھوٰ نے سرخ پانیوں سے نیلے پانیوں کا رخ کرنے کا نظریہ کئی سال پہلے ہی پیش کر دیا تھا؟

باجھ مریں کسے نہ لدھی گجھی رمز اندر دی ھو
اوے راہ ول جائیے باھو جس تھیں خلقت ڈردی ھو
سلطان باھو: لائف کوچ

سرخ پانیوں کے ماہر لیڈر اداروں کو ایک حد تک ہی بلندیوں پر لے جاسکتے ہیں۔ جبکہ نئے پانیوں کی تلاش میں کوششیں لیڈر آن دیکھے ہزاروں کی دریافت میں اپنے ادارے کو ایسے نیلے پانیوں پر حکمرانی کے لیے انسپاکٹر کرتے ہیں جس کا تصور سرخ پانیوں میں رہنے والوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں ہوتا۔

باقی دنیا جس طرف قدم اٹھانے کا سوچ کے گھبراتی ہے، لیڈر اس رستے پر چل نکلتا ہے۔ کچھ کر دکھانے والے لیڈر لگی بندھی سوچ کے اندر ”ڈسپشن“ کا ایسا پتھر چینتے ہیں کہ پھر پوری مارکیٹ انہی کو کاپی کرتی ہے۔ ”ڈسپٹھنگ“ کے باñی، ہارورڈ پروفسر کلیٹن کرٹلین سن کی یہ بات ہم نے آج سنی ہے جبکہ سلطان باھو گی یا آوازیں ہم کب سے سن رہے ہیں لیکن ان کی رمزکو ہم میں سے کم ہی کسی نے سمجھنے کی کوشش کی ہے۔

عشق سمندر چڑھ گیا فلک تے کھتوں جہاز کچوے ہو
جس مرنے تھیں خلقت ڈردی باھو عاشق مرے تاں جیوے ہو
سلطان باھو: لاَفِ کوچ

ایک کھرے لیڈر کا اپنے مشن سے عشق اسے بلندی کے اس مقام تک پہنچاد دیتا ہے جہاں کسی جہاز یا راکٹ کی رسائی نہیں۔ اور اس مشن کی راہ میں جب لیڈر اپناب سب کچھ گنواد دیتا ہے، خود کو اس مشن میں قربان کر دیتا ہے، تو لیڈر کے اس دنیا سے جانے کے بعد بھی اس کا نام، اس کا کام باقی رہ جاتا ہے۔

-28-

لیڈر شپ چینچ

توں اپنا داج رنگا لے نی
توں تد ہو سیں پر دھان کڑے

بلیچہ شاہ: لیڈر شپ گرو

سرال میں پر دھان بننے کی خواہش کس کی نہیں؟ پر دھان بننے سے مراد مخفی لیڈر شپ پوزیشن حاصل کرنا نہیں۔ پر دھان بننے کا مطلب لوگوں کے دلوں میں جگہ بانا بھی ہے۔ اپنی ٹیم کا بھروسہ حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔ لیکن اس خواہش کو پورا کرنے کی راہ میں ایک رکاوٹ ہے۔

”داج“

جس کا داج تیار ہوگا، رنگ جا چکا ہوگا اس کے پر دھان بننے کے امکانات زیادہ ہوں گے۔

ایک ایسا لیڈر بننا جو پرویشنل لحاظ سے قابل اور ذاتی لحاظ سے ہر دلعزیز ہو، آسان کام تھوڑی ہے۔ پر دھان بننا اتنا ہی آسان ہوتا تو ہر کوئی پر دھان ہوتا۔ پر دھان بننے کے لیے تیاری چاہیے۔ ذاتی اور پیشہ وار نہ خوبیاں چاہئیں۔

جیسے آج بھی ہمارے معاشرے میں اکثریت کے ہاں ایک اٹکی کو اپنے سرال میں عزت و آبرو کمانے اور پر دھان بننے کے لیے ذاتی صفتیں اور متأثر کرنے والے چاہئے ہوتا ہے۔ بالکل ایسے ہی اپنی ٹیم، ادارے، ڈیپارٹمنٹ، ایسوی ایشن، انجمن، این جی او، کرکٹ ٹیم یا سکول میں لیڈر بننے کے لیے آپ کو کچھ داج، اکٹھا کرنا ہوگا۔ جس دن داج کی تیاری مکمل ہو گئی آپ کے پر دھان بننے کا وقت قریب آجائے گا۔

اس دنیا میں اور انگلی دنیا میں پر دھان بننے کے لیے جو داج چاہئے کیا آپ نے اس کی تیاری کر لی ہے؟

ہر مشکل دی کنجی یارو مرداں دے ہتھ آئی
مرد نگاہ کرن جس ویلے مشکل رہے نہ کائی
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

میرا اس بات پر پکا یقین ہے کہ کسی ادارے کی ترقی یا بر بادی کا سارا انحصار اس کے لیڈر پر ہے۔ لیڈر شپ ہے تو سب کچھ ہے، لیڈر شپ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔
ایک اچھے، کامیاب لیڈر کے لیے کن خصوصیات کا ہونا ضروری ہے؟
بابا فرید کہتے ہیں:

لئی لئی ندی وہے، کندھی کیرے ہیت
 بیڑے نوں کپڑ کیا کرے جے پاتن رہے سچیت
 بابا فریدؒ: میخمنٹ گرو

لیڈر کی آنکھیں کھلی رکھنے کا مطلب ہے ہر چیز پر نظر، ہر تبدیلی پر نظر۔ آنکھیں کھلی ہونے سے مراد لیڈر کی آگے دیکھنے کی صلاحیت ہے۔ لیڈر نہ صرف آج کو بناتا ہے بلکہ کل کو سنوارنے کی بھی منصوبہ بندی کرتا ہے۔ بلکہ یہ یقین دہانی کرواتا ہے کہ کل ہو گا بھی یا نہیں! لیڈر شپ 'کچھ نہیں' سے سب کچھ بنانے کے سفر کا نام ہے۔ لیڈر وہ دیکھتا ہے جو کسی اور کو دکھائی نہیں دیتا۔ وہ سنتا ہے جو کسی اور کے کان میں نہیں پڑتا۔ وہ آگے کی سو جھ بوجھ رکھتا ہے اور پھر آنے والے وقت کی ایسی خوبصورت تصویر کشی کرتا ہے کہ اس پینٹنگ میں رنگ بھرنے کے لیے سبھی لوگ اپنادل، دماغ، خون، پسینہ داؤ پر لگا دیتے ہیں۔

کھوئے لیڈر کو سب کچھ بھی دے دیں تو وہ اسے 'کچھ نہیں' میں بدلنے کی صلاحیت سے مالا مال ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کی توقعات کا بوجھ اٹھانہیں پاتا اور پھر چیخ کے کہتا ہے:

در درویش گا کھڑی، چلاں دُنیا بھت
 بخہ اٹھائی پُٹلی کتھے ونجاں گھت

بابا فریدؒ: میخمنٹ گرو

یعنی لیڈر شپ میرے بس کی بات نہیں۔ اب یہ جو دوسروں کو لیڈ کرنے کا بوجھ، ایک گھڑی کی صورت میں لوگوں نے میرے سر پر سجادیا ہے اس کو میں کہاں اُتار پھینکو؟ کھوئے لیڈر پہلی فرصت میں خوابوں کی گھڑی کو، ادارے کے مشن، وزن اور دیلویز کو بوجھ سمجھ کے اُتار

چھنکتے ہیں۔ لیڈر شپ کے چبوترے سے اُتر کر کسی گلی میں عام لوگوں کی طرح بھیڑ میں گم ہو جاتے ہیں۔

جال کواری تاں چاؤ دواہی تاں ما ملے
فریدا ایہو پچھتاوا وہ کواری نہ تھیے
بابا فریدؒ: میخنٹ گرو

اپنے لیڈر شپ کے تج کی صحیح آبیاری نہ کر سکنے والے ”کھوئے“، لیڈر بغیر تیاری کے لیڈر شپ پوزیشن پہ جانے کی ضد کرتے ہیں۔ لیکن جب وہاں پہنچتے ہیں تو لیڈر روں والا کوئی کام ان سے ہونہیں پاتا۔ لیڈر روں والی کوئی بات ان میں کسی کو نظر نہیں آتی۔ لیڈر شپ ان کے لیے ایک بوجھ بن جاتی ہے۔

لیکن اب ان کی عزت داؤ پہ لگی ہوتی ہے۔ واپسی کا سفر، ہار ماننے کے مترادف ہوتا ہے۔ تب ان کی حالت اس دو شیزہ کی طرح ہوتی ہے جو کنواری ہوتی ہے تو جلدی جلدی پیا گھر جانا چاہتی ہے۔ اور پھر شادی کے بعد ذمہ دار یوں کا بوجھ پڑتا ہے اور وہ اسے ہینڈل نہیں کر پاتی تو پچھاتی ہے کہ کاش پھر سے کنواری ہو جاؤں۔ لیکن اب ایسا ممکن نہیں۔

لیڈر کے لیے یہ سمجھنا بھی اہم ہے کہ وہ اپنے ادارے کی کامیابی کے لیے صحیح منزل، صحیح مارکیٹ، صحیح لوگوں اور صحیح لاکھ عمل کا انتخاب کرے۔ غلط سمت میں، غلط طریقے سے، غلط جگہ کوشش کرنے سے کبھی کامیابی ہاتھ نہیں لگتی۔
بابا فریدؒ میخنٹ فلاسفی کہتی ہے کہ:

سوائی سرور ڈھونڈ لیہہ جھوول لمحی و تھ
 چھپر ڈھونڈے کیا ہوئے چکڑ ڈبے ہتھ
 بابا فریدؒ: میخمنٹ گرو

ہیرے کو اس جگہ ڈھونڈیں جہاں اُس کے ہونے کا امکان ہو۔ اگر آپ اسے کسی چھپر
 میں ڈھونڈنا شروع کر دیں گے تو ہاتھ میں کچھر کے سوا کچھ نہیں آئے گا۔ اپنے لیڈر شپ ٹینٹ کو
 دکھانے کے لیے درست گراوڈ، درست پیچ کا انتخاب کیجئے۔ تاکہ کامیابی کا گوہر نایاب آپ کے
 ہاتھ لگ جائے۔

-29-

مسِ فِٹ لیڈر

بھلا ہویا گڑ مکھیاں کھادا
 بھن بھن تو چھٹھیا سے

شاہ حسینؒ: سکسیس کوچ

مسِ فِٹ، لیڈر کی نشانیاں جاننا چاہیں گے آپ؟

پہلی نشانی:

اس کے دل میں کسی قسم کے مشن کا احساس نہیں ہوتا۔

دوسری نشانی:

وہ بہترین کام کرنے کی بجائے گزارا کرنے پر یقین رکھتا ہے۔

تیسرا نشانی:

اس میں مسائل حل کرنے کی قابلیت نہیں ہوتی۔

- چوتھی نشانی: ذمہ داری کا احساس اسے چھوکے نہیں گزرا ہوتا۔
 پانچویں نشانی: اس کا فوکس متاثر ہے، مصروف رہنے پر ہوتا ہے۔
 چھٹی نشانی: وہ جس کام کو کرنے کا وعدہ کرتا ہے اسے پورا نہیں کرتا۔
 ساتویں نشانی: وہ ناکامی سے کچھ نہیں سیکھتا۔

”گڑ“ کیا ہے؟

گڑ وہ مشن ہے جسے لیڈر کو سونپا گیا ہوتا ہے۔ وہ مقصد ہے جسے پورا کرنا لیڈر کی ذمہ داری ہے۔ گڑ سے مراد ادارے کی ساکھ، لوگوں کا بھروسہ، مالی وسائل ہیں۔ گڑ کی حفاظت لیڈر کا کام ہے۔ اپنی نا اعلیٰ، غلط فیصلوں اور ترجیحات نہ ہونے کے باعث وہ اس گڑ کی دلکشی بحال نہیں کر پاتا۔

مکھیاں کون ہیں؟

مکھیاں وہ حریف ہیں جن کی گڑ پر نظر ہے۔ جب آپ کے حصے کا گڑ حریف کھا جائیں اور اس کے بعد آپ کے چہرے پر ملاں تک نہ ہو تو اگلی بار گڑ کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کو کون سونپے گا؟ مکھیوں سے مراد وہ تمام نام موافق حالات ہیں، مشکلات ہیں جو گڑ کی حفاظت سے آپ کی توجہ ہٹاد بینا چاہتی ہیں۔

جب لیڈر کے پاس مخالف طاقتیں اور صورت حال سے نہیں کارگر لائج عمل نہیں ہوگا، اس کا پورا دھیان بھی کام پر نہیں ہوگا اور وہ پہلے ہی سے ہار مان چکا ہو گا تو مکھیوں کا گڑ لے اڑنا حیران کن بات نہیں۔

گڑ وہ قیمتی کشمکش بھی ہو سکتا ہے جس سے آپ کی کمپنی کا منافع جوڑا ہے۔ اگر آپ اس کشمکش کی ضرورتوں کا خیال نہیں رکھیں گے تو آپ کی حریف کمپنیاں اس پر قبضہ جما جائیں گی۔ سونے کے انڈے دیتی مرغی کے مترادف وہ گردیعنی کشمکش آپ کے ہاتھ سے لکل جائے گا۔

جب گڑھاتھ سے نکل جائے تو دانا لیڈر اسے واپس لانے کی پلانگ کرتا ہے۔ اگلی بار ایسا نہ ہوا س کی یقین دہانی کرتا ہے۔

”مس فٹ، لیڈر کچھ سکھنے کی بجائے لاپرواہی سے دل میں خود سے کہتا ہے“ اچھا ہوا کہ گڑھیاں لے گئیں۔ میری جان چھوٹی۔ ویسے بھی کھیوں کی بھنھنا ہٹ سے مجھے بڑی کوفت ہو رہی تھی۔

آپ کا گڑھ کیا ہے؟ کون سی کھیوں کی آپ کے گڑھ پر نظر ہے؟
آپ اپنے گڑھ کو کھیوں سے بچانے کے لیے کیا کرنے والے ہیں؟

-30-

ٹیلنٹ میجمنٹ

وارث شاہ نہ دبئے موتیاں نوں
 پھل اگ دے وچ نہ ساڑیے جی
 وارث شاہ: لاکف سٹریجٹ

کامیاب لیڈر کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کے ٹیلنٹ سے خائف نہیں ہوتا بلکہ ان کے ٹیلنٹ کو نکھرنے اور پھلنے پھولنے کا موقع دیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس کی کامیابی کا انحصار اس کے ساتھ کام کرنے والے لوگوں کی صلاحیت اور ٹیلنٹ پر ہے۔ جتنی زیادہ ٹیلنٹ سے مالا مال ٹیم ہوگی لیڈر کے لیے کردکھانا اتنا ہی آسان ہوتا جائے گا۔

موتی دبانے کے لیے ہوتے ہیں یا سجانے کے لیے؟

نام نہاد لیڈر انپی ٹیم کے موتیوں کو دبادیتے ہیں، انھیں رنگ دکھانے کا موقع نہیں دیتے۔ پھولوں کا مقام آگ ہرگز نہیں۔ اس کے باوجود ہم میں سے کتنے لیڈر لوگوں کے ٹینٹ کو آگ میں جھونک دیتے ہیں۔

ٹینٹ کو دبانا چھوڑیئے، ٹینٹ کو ابھاریئے، رستہ دیجئے۔ ٹینٹ کے آگے سے ہٹ جائیے۔ دیکھئے پھر ٹینٹ آپ کو کیا رنگ دکھاتا ہے۔

قدر پھلاں دا بلبل جانے صاف دماغاں والی
قدر پھلاں دا گرج کیہ جانے مردے کھاون والی

میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

میں نے پاکستان میں اور باہر تقریباً تین سو کمپنیوں کے ساتھ لیڈر شپ ڈولپمنٹ پر کام کیا ہے۔ میرا مشاہدہ ہے کہ اکثر اداروں میں لیڈر اور لوگوں کے درمیان اتنی بڑی بڑی رُکاوٹیں حائل ہوتی ہیں کہ لیڈر کو انپی ٹیم کے اصل ٹینٹ کا پتہ ہی نہیں چلتا۔ جب ٹینٹ کا پتہ ہی نہیں چلے گا تو انھیں ٹینٹ کی قدر کیسے ہوگی۔

میں نے دیکھا ہے کہ جزل الیکٹرک جیسی بڑی کمپنی میں سی ای او اور ہیومن ریسورس چیف کمپنی کے ٹاپ کے 600 ٹینٹ لوگوں کو ناصرف ان کے نام سے جانتے ہیں بلکہ وہ ان کے خاندان، پسندنا پسند اور مشاغل سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہاں کام کرنے میں لوگوں کو خوشی ہوتی ہے۔ انھیں پتہ ہوتا ہے کہ ان کے ٹینٹ کی قدر کی جا رہی ہے۔

”جی ای“ جیسی کمپنیاں اور ان کے ٹاپ لیڈر زبلل کی طرح ہیں جنھیں پھولوں کی قدر ہے۔ کیونکہ بلل کی طرح ان کا دماغ اور دل صاف ہوتا ہے۔ اس کے برعکس مردے کھانے والی

گرج کی طرح کچھ کھوٹے لید راپنے ادارے کے ٹینٹ پر یوں گر جتے ہیں کہ ٹینٹ کے سبھی پھول مرجھا جاتے ہیں۔ اگر آپ اپنے ادارے کے ٹینٹ کی قدر نہیں کریں گے تو پھر ظاہر ہے کوئی اور ادارہ کر لے گا۔

مرمر اک بناؤں شیشه، مار وٹا اک بھن دے
دنیا اتے تھوڑے رہندے، قدرشناں سخن دے
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

ٹینٹ کی قدر کرنے کا مطلب کیا ہے؟

لوگوں کے ٹینٹ کو ماپنے کا صحیح پراسس بنانا۔ لوگوں کو شفاف طریقے سے پرکھنا۔ ان کی صلاحیت، خوبیوں اور شوق کے مطابق انھیں ذمہ داریاں سونپنا۔ ان کے کیرر میں دلچسپی لینا۔ ان کے ٹینٹ کو نکھارنے کے لیے انھیں تعلیم و تربیت کے عمل سے مسلسل گزارتے رہنا۔ ان کو ترقی کے مناسب موقع مہیا کرنا اور ان کی کامیابی میں ایک اہم پارٹنر کی طرح ان کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلانا۔

ٹینٹ میجنٹ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ غلط لوگوں کو آپ بڑے پیار سے اپنی ٹینٹ کی پانپ لائیں سے نکال باہر کریں۔ جب جم کائز اپنی کتاب 'گڈ ٹو گریٹ' میں صحیح بندوں کو بس میں بٹھانے اور غلط لوگوں کو بس سے اُتارنے کی بات کرتا ہے تو بات سمجھ میں آتی ہے۔ میاں محمد بخش اپنی بات اس انداز میں کرتے ہیں کہ بات دل میں اُتر جاتی ہے۔

غلط لوگوں کو اپنے ادارے سے نکال باہر نہیں کریں گے تو کیا ہو گا؟

وہ دوسروں کے رستے کی دیوار بن جائیں گے۔

وہ غلط اقدار کو فروع غدیں گے۔

وہ ادارے کے لیے بدنامی کا باعث بنیں گے۔
وہ آپ کی لیڈر شپ پائپ لائن کو بلاک کر دیں گے
میاں محمد بخش "آپ کو آگاہ کر رہے ہیں کہ:

برے بندے دی صحبت ایویں جویں دکان لوہاراں
چھنگھوڑ چھنگھوڑ کے لکھ کپڑے بیٹے، چڑگاں پین ہزاراں
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

لوہار کی دکان پر، آگ کی بھٹی کے قریب بیٹھے ہوئے لوگ، جتنا مرضی خود کو بچا کے رکھیں، کبھی کبھار اٹھنے والی چنگاریاں ان کے کپڑوں پر ضرور گریں گی۔ غلط لوگوں کے کارناموں سے آپ کی ذات اور ادارے پر بھی چھینٹے پڑیں گے۔ ان کی صحبت سے بچئے۔ صحیح لوگوں کے ٹینکٹ کو پروان چڑھانا جتنا ضروری ہے، استادی اہم، غلط بندوں کو گیٹ کی راہ دکھانا ہے۔
لیڈر شپ گرو سلطان باہو، میاں محمد بخش کی تائید میں اپنا نظریہ کچھ یوں پیش کرتے ہیں۔

جیہڑے تھاں مٹھی دے بھاڑے کدی نہ ہوندے کا بچھے ہو
جیہڑے مڈھ قدیم دے کھیڑے کدی نہ ہوندے را بچھے ہو
سلطان باہو: لائف کوچ

کچھ لوگوں میں 'مینو فیکچر نگ'، نقش ہوتا ہے۔ ان پر جتنا مرضی وقت، طاقت، پیسہ اور وسائل لگائیں ان کی فطرت انھیں کبھی بد لئے نہیں دیتی۔ مٹی کا برتن ایک بار مٹی سے بن گیا تو اب

وہ سٹیل، پیتیل، یا شیشے کا برتن ہونے کا ڈھونگ نہیں رچا سکتا۔ جو عمر بھر کھیڑا رہا ہواں پہ جتنا مرضی زور لگائیں وہ کبھی رانجھا نہیں ہو سکتا۔ رانجھے کا ڈی این اے اور ہے کھیڑے کا اور۔

بطور لیدر یہ آپ کا کام ہے کہ راجھوں سے راجھوں والا اور کھیڑوں سے کھیڑوں والا کام لیں، اور اسی اصول کی بنیاد پر جزا و سزادیں۔

میاں محمد بخشؒ کے پاس لرنگ اینڈ ڈولپمنٹ کے ان تمام لوگوں کے لیئے ایک خاص پیغام ہے جو غلط لوگوں پر اپنا ٹریننگ بجٹ لٹا رہے ہوتے ہیں:

مورکھ نوں کیہ پندھ نصیحت پھر نوں کیہ پالا
دودھاں اندر کا گ نہایت انت کالے دا کالا
میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

جس طرح پھر پرسروی کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اس طرح بے وقوف پر نصیحت کا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس لیے کہ کچھ لوگ کبھی تبدیل ہونے کے لیے تیار نہیں ہوتے۔ بالکل اس کوئے کی طرح جسے جتنا مرضی دودھ میں نہلاتے رہیں وہ آخر میں کالے کالا ہی رہے گا۔ آپ کو اختلاف ہے میاں محمد بخشؒ سے؟ تو چلیں بابا فریدؒ کی بات ہی مان لیں۔

جبن جاندے نہ ڈراں جے شوہ پریت نہ جاء
کرتی جوبن پریت ہن سک گئے کملاء
بابا فریدؒ: میخنٹ گرو

جبن اور پریت کا چوپی دامن کا ساتھ ہے۔ جوبن کو پریت نہ ملے تو جوبن کس کام کا؟

جو بن کسی فرد کا وہ ٹینٹ اور صلاحیت ہے جسے لیڈر کی طرف سے پریت، چاہیے۔ پریت مل جانے کا مطلب ٹینٹ کو تسلیم کرنا، اس کی پروش کرنا، اس میں نکھار لانا۔

کتنے ہی ادارے ہیں جہاں لوگوں میں جوبن (ٹینٹ) کوت کوت کے بھرا ہوتا ہے۔

جو بن ٹھاٹھیں مرتا رہتا ہے لیکن کسی پریکی کی نظر اس ٹینٹ کو پہچانتی نہیں۔ اگر جوبن کو ایک سچا پریکی مل جائے جو اس کے جوبن کی قدر کرے، اس کو سراہے۔ جو اس کے نکھرنے، سخنے، سنونے کی وجہ بن جائے تو جوبن کو چار چاند لگ جائیں گے۔ یہ پریت، ہی تو ہے جو راف ٹینٹ کو ولڈ کلاس ٹینٹ بنادیتی ہے۔

لیکن پریت، نہ ملنے کے سبب جوبن ڈھلانا شروع ہو جاتا ہے۔ پریت کی تلاش میں جوبن ماراما را پھرتا ہے لیکن کوئی پریکی اسے وہ قدر، عزت، اور تحفظ نہیں دیتا جو ٹینٹ کے نکھار کے لیے ضروری ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟

جو بن خاموشی سے مر جھا جاتا ہے۔

کیا آپ کے ادارے میں کہیں کونے میں خاموشی سے کسی کا جوبن مر جھا تو نہیں رہا؟
لوگوں کے جوبن (ٹینٹ) کو نکھارنے کے لیے آج سے آپ کیا کریں گے؟ خود اپنے ٹینٹ کو آپ اپنی، ہی پریت سے کب تک محروم رکھیں گے؟

-31-

لیڈر شپ کا نجح

تِلکن راہوں لگھ جائی دا پیر سنجھل کے دھریاں
بچ، فصل، فقیری، تین، پلدے را کھی کریاں

وارث شاہ: لاکف سٹریٹجسٹ

اپنے اندر کی لیڈر شپ کی تعمیر آسان کام نہیں ہے۔ لیڈر شپ ایک مشکل راستہ ہے۔

لیڈر شپ عہد نہیں ہے، ذمہ داری ہے۔ لیڈر شپ مزے اُڑانا نہیں، خدمت کرنا ہے۔

اپنے اندر کے لیڈر کی آبیاری کرنا کھٹن مرحلہ ہے۔ ایسا ممکن نہیں کہ آپ بچ بودیں اور

پھر بھول جائیں اور اچانک ایک شاندار، پھلدار درخت نمودار ہو جائے۔

وارث شاہ کی لیڈر شپ ڈولپمنٹ کی تھیوری کمال کی ہے۔

لیڈر شپ کے بیچ کو پروان چڑھانے کے لیے بھی آپ کو خود کو، وہی توجہ دینا پڑے گی جو ایک چھوٹے نومولود بچے کی پرورش کے لیے درکار ہوتی ہے۔ اپنے اندر کے لیڈر کی نشوونما میں اسی اختیاط، اسی ذمہ داری کے مظاہرے کی ضرورت ہوتی ہے، جو کسی فصل کو بونے سے کامنے کے مختلف مراحل میں چاہیے ہوتی ہے۔ بچے اور فصل کی طرح اگر فقیری کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو نتیجہ وہی ہو گا جو ایک تباہ شدہ شخصیت کے مالک کے بچے اور بر باد شدہ فصل کے ساتھ ہو سکتا ہے۔

لیڈر شپ کے بیچ کو پرورش کے لیے توجہ چاہئے۔ جب تک آپ اسے وہ توجہ نہیں دیں گے، آپ کی لیڈر شپ ایک ایسا تناور، پھلدار اور پھولدار درخت نہیں بن پائے گی جس کی چھاؤں میں دوسرے سکون پائیں، جس کی شاخوں پر لوگ کامیابی کے جھولے جھولیں اور جس کے پھل کو لوگ اپنی محنت کا شرم بھی سکیں۔

لیڈر کس مٹی سے بنتا ہے؟ کون سے گُن، کون سی خوبیاں، کون سی خصوصیات ایک عام لیڈر کو ایک خاص لیڈر بنادیتی ہیں؟ ان خوبیوں کی فہرست میں درجنوں چیزوں شامل کی جاسکتی ہیں لیکن صوفی دانشوروں اور گروز کی نظر میں اہم ترین گُن کچھ یوں ہیں:

1- بے لوث:

وارث شاہ جھاں امید نہ تاہنگ کوئی
بیڑے تہاں دے عاقبت پار ہندے
وارث شاہ: لاکف سٹریچسٹ

ایک کھرے لیڈر کی آرزوں اور خواہشوں کا محور و مرکز صرف مشترکہ کامیابی ہوتی ہے۔ وہ ایک بڑے مقصد کے لیے لڑ رہا ہوتا ہے۔ اس کی ذاتی جیت کبھی بھی اس کے لیے اہم نہیں

ہوتی۔ وہ اپنی ذات سے بالاتر ہو کر پورے خلوص سے ہدف کی جستجو کرتا ہے۔ ایک ایسا ہدف جس کو پانے سے سب سے زیادہ فائدہ دوسروں کا ہوتا ہے۔ وہ اپنے نفع نقصان کی خاطر کوئی قدم نہیں اٹھاتا۔

جو دوسروں سے امید رکھنے کی بجائے اپنے پروردگار سے امید رکھتے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بیڑے پار ہوتے ہیں۔ جن کو اپنی پڑی رہتی ہے ایسے ہی لوگوں کی بیٹائی سمندرالٹ جاتی ہے۔

2- عاجزی:

باہروں دن میلے کیلے اندر آب حیاتی
ہونٹ سکے تریا ہنوں و انگر جان ندی وچ ناتی
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

بڑا لیڈر وہ نہیں جس کی موجودگی میں آپ خود کو چھوٹا محسوس کریں۔ بڑا لیڈر تو وہ ہے جو آپ کو آپ کے بڑا ہونے کا احساس دلائے۔ جس سے جو کے آپ کی عزتِ نفس اور اعتماد کو چار چاند لگ جائیں۔ جس کے ساتھ مل کے آپ کو اپنی صلاحیتیں پنچتی نظر آئیں۔ جو آپ کے اندر کے بہترین شخص سے آپ کو ملوا دے۔

جم کولن سے لے کر مارشل گولڈ سمیٹھ تک اور رام چرن سے لے کے ڈیوالرچ تک سمجھی لوگ اس بات سے متفق ہیں کہ سلیبرٹی لیڈر، صرف عارضی طور پر کمپنیوں کے لیے فائدہ بخش رہتے ہیں۔ ان کا ”لامم لائٹ“ میں رہنے کا شوق انھیں ان کے اصل کام سے دور لے جاتا ہے۔ کھرے لیڈر ہو سکتا ہے کہ ظاہر ”میلے کچلے“ لگیں۔ یعنی وہ مشہور، پرکشش اور مقنایی خصیت کے مالک نہ ہوں لیکن وہ اپنے شر میلے پن، خاموش طبع اور خاموشیوں کے

باوجودتناج اور کامیابیوں سے ٹھیک ٹھاک شور برپا کر دیتے ہیں۔ ان کے ہونٹوں کی پیاس دیکھ کر یہ سمجھیئے گا کہ وہ اندر سے خالی ہیں۔ ان کے اندر تو علم، صلاحیت اور مہارت کے چشمے اُمل رہے ہوتے ہیں۔ تاہم وہ اپنی عاجزی اور انصاری کی وجہ سے ہمیشہ ”لو پروفائل“ رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔

انھیں بھڑکیں مارنا نہیں آتیں، چب زبانی انھیں زیب نہیں دیتی، توجہ کا مرکز بننا انھیں پسند نہیں۔ بس وہ تو خاموشی سے اپنا کام کرتے ہیں اور کچھ ایسا کرتے ہیں جو اس سے پہلے کبھی کسی نے سوچا بھی نہیں ہوا۔

3- محتاط:

مت ہوندی ہوئے ایانا، تاں ہوندے ہوئے نتانا
ان ہوندے آپ ونڈائے کوئی ایسا بھگت سداۓ
بلھے شاہ: لیڈر شپ گرو

کھرے لیڈر اپنی باتوں اور ایکشن میں احتیاط بر تنتے ہیں۔ وہ پھونک پھونک کے قدم اٹھانے میں یقین رکھتے ہیں۔

وہ ایسا رو یا اختیار کرتے ہیں کہ کسی کو ان پر انگلی اٹھانے کا موقع نہ ملے۔ اور اگر کوئی ان پر تہست لگا بھی دے تو ان کے کردار کی سچائی کے آگے وہ الزم بے معنی لگے، کھوکھلا اور بے وقت بن جائے۔ کھرے لیڈر خود کو ساری زندگی بے داغ، رکھنے کے لیے بڑے جتن کرتے ہیں۔ ان کی احتیاط ہی انھیں یہ مقصد پانے میں مدد دیتی ہے۔

4- رازداری:

بھیت دنا مرد دا کم ناہیں
 مرد سوئی جو وکیھ دم گھٹ جائے
 وارت شاہ: لائف سڑ میجھست

اچھا لیدر بڑے بڑے راز اپنے دل میں فلن رکھتا ہے۔ وہ بلاوجہ کسی سے اپنا راز شیشہر نہیں کرتا۔ کھرالیڈر کسی اور کی بتائی باتوں کو بھی دل میں چھپائے پھرتا ہے۔ وہ کسی بھی حال میں اس بات کو عیاں نہیں ہونے دیتا، جو کسی نے بھروسہ کر کے، رازداری میں ان سے کی ہو۔ چاہے وہ بات عیاں کرنے میں انھیں کتنا ہی فائدہ ہو۔ راز کھولنے میں انھیں کتنے ہی انعام و اکرام کی امید ہو وہ رازداری کی باتوں کو راز ہی رکھتے ہیں۔

5- رول ماؤل:

شور شہر تے رحمت و سے جتنے با ہو جائے ہو
 نام فقیر تھا ندا با ہو جہیڑا گھر و قیار و کھائے ہو
 سلطان با ہو: لائف کوچ

کھرے لیدر کبھی کسی سے اس کام کی توقع نہیں کرتے جو وہ خود نہ کر سکتے ہوں۔ وہ اپنے اور دوسروں کے سامنے پھلانگے کے لیے ایک جیسے رسے لگاتے ہیں۔ وقت پڑنے پر وہ اپنی مہارت کی دھاک بھانے میں ذرا درینہیں لگاتے۔ لیدر چاہے کرکٹ کے میدان کا ہو یا سیلز کے میدان کا، وقت پڑنے پر وہ اپنی ٹیم کے سامنے اپنی ذاتی کارکردگی سے ”پرفارمنس“ کا وہ معیار کھڑا کرتے ہیں جسے بھی اپنے لیے مثال سمجھیں۔

6- انصاف:

مظلوماں دا ہتھ نہ پکڑے جے کر عدل شاہانہ
روز حشر دے شاہ پوچھیں کر سن کیہ بہانہ
وارث شاہ²: لاکف سٹریچسٹ

لیڈر کا ایک بڑا کام اپنے لوگوں کے درمیان انصاف قائم رکھنا ہے۔ وہ اپنے رویے سے ثابت کرتا ہے کہ سب اس کے لیے برابر ہیں۔ اس کے لوگوں کو اعتماد ہوتا ہے کہ لیڈر کے ہوتے ہوئے کوئی اس کے ساتھ نا انصافی نہیں کر سکتا۔

ٹیم کو یقین ہوتا ہے کہ لیڈر کبھی ان پر ظلم نہیں ہونے دے گا۔ وہ ان کی ڈھال بن جائے گا۔ وہ ان کی طرف اُٹھتے ہوئے ظلم کے ہاتھ روک دے گا اور ضرورت پڑنے پر وہ ظلم کے ہاتھ کاٹ بھی سکتا ہے۔

7- صبر:

وارث شاہ جئے بیکھرے لکھ پھر دے
صبر فقر دا قول قرار ہے وے
وارث شاہ²: لاکف سٹریچسٹ

وارث شاہ کی نظر میں لیڈر شپ کا ایک اہم تمحض صبر ہے۔ استقامت ہے۔ صبر لیڈر ز کا طرہ امتیاز ہے۔ وہ ہر حال میں، ہر کٹھن گھٹری میں، کبھی صبر کے دامن کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ وہ جانتے ہیں کہ ان کا اختیار صرف ان چیزوں تک ہے جنہیں وہ کنٹرول کر سکتے ہیں۔ جن

معاملات، حالات اور رویوں پر انھیں اختیار نہ ہو وہ ان پر کمال صبر کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ وہ انتظار کرتے ہیں، حالات کے دھارے کے بدلنے کا۔ اور پھر انہی اختیار کی طاقت کو استعمال میں لا کے، صبر کے دامن کو پکڑے ہوئے، جو چاہتے ہیں، پالیتے ہیں۔

8- پرده:

پرده پوشی کم فقر دا میں طالب فقر اوال
عیب کسے دے پھول نہ سکاں ہر ہک تھیں شرم اوال
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

لیدر کی ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ دوسروں کی غلطیوں کی تشویر نہیں کرتا وہ دوسروں کی خامیوں کی ٹوہ میں نہیں رہتا۔ وہ ان کی خامیوں اور کمزوریوں کو اپنے فائدے میں استعمال نہیں کرتا۔

ایک اچھا لیدر سمجھتا ہے کہ کسی کے عیب پر پرده ڈالنا خدا کی صفت ہے۔ جس طرح لیدر اپنے لیئے چاہتا ہے کہ اس کے عیب کسی پر ظاہرنہ ہوں اسی طرح وہ دوسروں کے عیبوں کی بھی پرده پوشی کرتا ہے۔ تاہم وہ سمجھتا ہے کہ یہ پرده پوشی تب تک مناسب ہے جب تک کسی کے یہ عیب ادارے کی ساکھ، سلامتی اور بقا کے لیئے خطرہ نہیں بن جاتے۔ جب کسی کے عیب ادارے پر دھبہ بن جائیں تو انہیں چھپانا لیدر شپ نہیں ہے۔

لیکن کھر لیدر یہ سمجھتا ہے کہ روزمرہ زندگی میں چھوٹی موٹی غلطیاں ہر کسی سے سرزد ہو جاتی ہیں۔ ان عیبوں کو بلا ضرورت بے نقاب کرنا اور دوسروں کی عزت اچھا نامناسب نہیں۔

9۔ کھراپن:

اپنا کبھی کسی سے غیر ضروری موازنہ نہ کریں۔ آپ جو نہیں ہیں وہ بننے کی کوشش نہ کریں۔ جو میں نہیں ہوں اسے آپ پہ ثابت کرنے میں مجھے صدیاں لگ جائیں گی۔ اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہو گا کہ میری اصل شخصیت اس دوران آپ پر بار بار آشکار ہو گی۔ آپ کو سمجھنیں آئے گی آپ کس کو تجھ مانیں۔ آپ میری ذات کے کس نقاب پر یقین کریں۔

ہنساں دیکھے ترندیاں بگاں آیا چاؤ
ڈب مرے بگ پڑے، سرتل اوپر پاؤ
بابا فریدؒ میخمنٹ گرو

بابا فریدؒ نے تو مشکل ہی آسان کر دی۔ ندی میں تیرتے ہنس کو دیکھ کر بگئے کو بھی جوش آیا۔ وہ بنا سوچے سمجھے ندی میں کو دپڑا۔ کچھ دیر بعد ہی بگئے میاں کا سر نیچے اور پاؤں اوپر تھے اور وہ لاش بن کے پانی میں تیر رہا تھا۔

جو آپ نہیں ہیں اسے ثابت کرنے کی بعض اوقات ایک بھاری قیمت چکانی پڑ جاتی ہے۔ بالکل اس بگئے کی طرح۔ آپ جو ہیں اس کو پہچانیں، اس کی قدر کریں، اسی کو پرمومٹ کریں۔ کامیابی کے لیے یہ نقاب چڑھانے سے کہیں بہتر سڑتیجی ہے۔

10- درد کا احساس:

جو شاعر بے پیڑا ہو دے سخن اوہ دے وی رُکھے
بے پیڑے تھیں شعر نہ ہوندا اگ بن دھواں نہ دھلے
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ کرو

لیڈر اپنے لوگوں کی تکلیفوں کو سمجھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ جب لیڈر دوسروں کے درد کو اپنا درست بھئے لگے، تو اس کی بات میں خود بخوبی توڑ پ آ جاتی ہے۔ دوسرے لیڈر کی آنکھوں میں اپنے لیے درد کیکھ کر اپنا سب کچھ لیڈر پہ وار دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ جس لیڈر کو دوسروں کا درد پڑھنا ہے آتا ہو، وہ کبھی ان سے ربط قائم نہیں کر سکتا۔ لیڈر شپ دراصل ایک رشتہ سے شروع اور اسی رشتہ پر ختم ہوتی ہے۔ اس رشتے کی خاص بات یہ ہوتی ہے کہ لیڈر کے ساتھ بے شمار لوگ ایک ہی قسم کا رشتہ محسوس کرتے ہیں۔ لیڈر کی یہی تو خوبی ہے کہ وہ سب کے ساتھ دون ٹوون، رشتہ بجا تا ہے۔ ہر کسی کو احساس ہوتا ہے کہ سب سے مضبوط رشتہ اسی کا لیڈر کے ساتھ ہے۔ جبکہ لیڈر کا پیچانج بھی یہی ہے۔ ایک وقت میں ایک رشتہ کو جوڑنا، بھانا اور قائم رکھنا ہے۔

رشتے کی بنیاد بننے والی بہت سی چیزوں میں سے ایک چیز دوسروں کا احساس ہے۔ احساس ہی ہر مضبوط رشتے کی بنیاد ہے۔ جب لوگوں کو پتہ چل جائے کہ لیڈر کو ہمارا احساس ہے، وہ ہمارے لیے سوچتا ہے، کڑھتا ہے، جلتا ہے اور ہماری دردوں کا مرہم بننے کے لیے سردھڑ کی پر خلوص بازی لگا رہا ہے۔ وہ لیڈر کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں اور جب لوگ اس کے ساتھ، یعنی اس کے مشن کے ساتھ کھڑے ہو جائیں تو کوئی طاقت لیڈر کو اس وزن تک پہنچنے سے روک نہیں پاتی۔ وہی وزن جس کا حتمی مقصد اپنے لوگوں کی زندگیوں میں خوشیوں، آسانیوں اور آسودگیوں کے رنگ بھرنا ہوتا ہے۔

-32-

لامم لامٹ

رُکھی سُکھی کھا کے ٹھنڈا پانی پی
وکیھ پرانی چوپڑی مت ترساویں جی
بلھے شاہ: لیدر شپ گرو

دنیا کے کامیاب ترین لیدر یہ راز جانتے ہیں کہ دوسروں سے موازنہ کرنے کا فائدہ نہیں۔ وہ سوائے اپنے کسی پہ انحصار نہیں کرتے، کسی سے امید نہیں لگاتے۔ انھیں اپنے وسائل کا خوب اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے۔ وہ اپنے وسائل کو بہترین طریقے سے استعمال کرنے کا فن جانتے ہیں۔

دوسروں کے دستِ خوان انھیں نہ مرعوب کرتے ہیں نہ انھیں کمتری کا احساس دلاتے

ہیں۔ وہ ”روکھی سُوکھی“ کھا کے بڑے بڑے خوابوں کے تعاقب میں نکنے کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ کس طرح اپنے گھر، ادارے اور ملک کے لائف سٹائل کو اپنی چادر کے اندر ہی پھیلاانا ہے۔ وہ ادھارے کی زندگی جینے کے خلاف ہوتے ہیں۔ ان میں توکل گوٹ گوٹ کے بھرا ہوتا ہے۔ لامچ ان کے قریب سے نہیں گزرتا۔

کیا آپ میں شکر گزاری کا احساس زندہ ہے؟ کیا آپ ان میں سے تو نہیں جو روکھی سُوکھی کھاتے ہوئے شکر کرنا بھول جاتے ہیں۔ محض اس لیے کہ ساتھ والے ورک ٹیشن سے، کمپنی سے یا کمپنیشن سے آنے والی ”بریانیوں“ کی خوبصورتی آپ کو اپ سیٹ کر دیا تھا؟ شگر کی کیفیت، شکا توں کو بھگا دیتی ہے۔ جب روکھی سُوکھی پہ شکر کریں گے، اور ”چوپڑی“ کی جستجو رکھیں گے تو آپ کے خاندان، کمپنی اور کاروبار کو بھی ”چوپڑی“ عطا کر دی جائے گی۔ تب آپ کی ذمہ داری ہو گی کہ اور بھی زیادہ شکر کریں اور روکھی سُوکھی، کھانے والوں کو اپنی ”چوپڑی“ میں شریک کریں۔

چور کرن نہ چوریاں، عملی نوں عملاء دیاں گھوڑیاں
کام نوں چنتا کام دی
شاہ حسین: سکسیس کوچ

شاہ حسین کی آنگن بھنٹ تھیوری کے مطابق اداروں میں تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔

کام چور: کام سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ بھوڑے ہیں۔ ہر ذمہ داری سے صرف فرار مانگتے ہیں۔

مصروف:

یہ ہر وقت اس کوشش میں لگ رہتے ہیں کہ سب کو مصروف نظر آئیں۔ کام بے شک ایک دھیلے کا نہ کریں۔ البتہ انھیں اپنے معمولی کام کو بڑھا چڑھا کے پیش کرنے کا مزا آتا ہے۔
کامی:

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں کام کی فکر ہوتی ہے۔ ساری ذمہ داریاں یہی اٹھائے پھرتے ہیں۔ یہ کردار کھانے والے لوگ ہیں۔ تھکلی کی پروادہ کے بغیر کام کرنے والے۔
آپ ان میں سے کون ہیں؟

کیا آپ انعام و اکرام کے لائچ کے بنا بھی کام کر سکتے ہیں؟ کیا آپ اپنے کام کو
انجوابے کرتے ہیں؟

اپنے ادارے کو 'کامی' بن کے دکھائیے۔ 'کام چور' اور 'مصروف' جلد ہی بے نقاب ہو جائیں گے۔ پھر ساری 'لامم لائٹ'، آپ پر ہی ہو گی۔ 'لامم لائٹ' کے پیچھے مت بھاگنے۔ 'کامی' کی طرح کام میں بُخت جائیے۔ شاہ حسینؒ کا وعدہ ہے کہ 'لامم لائٹ'، آپ کو خود ہی ڈھونڈ لے گی۔ زندگی اس طرح جیں کہ جس دن 'لامم لائٹ'، آپ کو ڈھونڈ لے آپ 'کام چوری' یا 'مصروفیت' کی حالت میں رنگے ہاتھوں نہ کپڑے جائیں۔ 'لامم لائٹ'، اپنی آنکھوں سے دیکھ لے گی کہ اس دفتر میں سب سے زیادہ ذمہ دار، باصلاحیت، ہنرمند، اور کردار کھانے والا آپ کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے۔

عشق جہان دے ہڈیں رچیاں او پھردے چُپ چُپاتے ھو
لُوں لُوں اندر لکھ زباناں، او رہنڈے گونگے باتے ھو
سلطان باھوٰ: لائف کوچ

لامم لائٹ کی سائنس سے جیسے سلطان با ہو پردہ ہمارے ہیں اس کے بعد آپ کو کچھ اور
سمجھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

جب آپ 'کامی' بن کے کام کی چلتا، کرتے ہیں تو آپ جتنا مرضی چھپائیں آپ کا
عشق مظہر عام پ آ جاتا ہے۔ سچے عشق میں بنتا لوگ کتنے ہی گم سم، چپ چاپ رہتے ہوئے اپنے
عشق پ فوکس کریں، ان کا یہ گم سم اور چپ چاپ رہنا ہی لوگوں کو ان کے عشق کے بارے میں
سب کچھ بتا جاتا ہے۔

جب آپ بھی 'کامی' کی طرح، کسی کی پرواہ کیے بغیر، دوسروں سے اپنا تقابل کیے بغیر،
خالصتاً عشق کے لیے سب داؤ پلگادیں گے تو آپ کے عشق کی داستان دنیا بھر کو سنائی جائے گی۔

چل بلھیا چل اوتحے چلنے جنھے سارے اتے
نه کوئی سادھی ذات پچھانے، نہ کوئی سانوں منے
بلھے شاہ: لیدر شپ گرو

'لیول فائیو' لیدر رز کے بارے میں تو آپ نے یقیناً سنا ہوگا۔ یہ سمجھی 'لامم لائٹ' سے
بھاگے ہوئے لوگ ہیں۔ ان کا عشق ایسے لیدر بنانا ہوتا ہے جو انہی کی طرح لا زوال ادارے قائم
کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ ان کے لامم لائٹ میں ہونے یا نہ ہونے سے ان کے اداروں کو
ذرافر قبضے پڑتا۔

یہ خاموشی سے، 'کامی' بن کر اپنا کام کرتے ہیں۔ انھیں اس بات کی خواہش ہی نہیں
ہوتی کہ کوئی ان کی تعریف کرے، ان کی کامیابیوں کا اعتراف کرے یا ان کی عظمت کے قصیدے
پڑھے۔

یہ تعریف اور شہرت سے بھاگتے ہیں۔ اسی لیے ان سے کہیں زیادہ کردار کھاتے ہیں جن

کی آدمی طاقت 'لامم لائٹ' اور تعریفوں کی تلاش میں بھکر رہی ہوتی ہے۔

اور تو اور جس ادارے یا ماحول میں لوگ ان کے عشق اور کام کی وجہ سے انھیں استادِ مان لیں، انھیں 'لامم لائٹ' میں لے آئیں، ان کے قصیدے پڑھنے لگیں، یہ وہاں بے سکونی محسوس کرتے ہیں۔ اور کسی ایسی جگہ کا رُخ کرتے ہیں جہاں انھیں کوئی پہچانتے نہ والا نہ ہو۔ جہاں ماضی کے کارناموں کی وجہ سے کوئی انھیں عزت و مقام پلیٹ میں رکھ کے نہ دے۔

یہ لیڈر نئی انڈسٹری میں، نئے لوگوں میں، نئی سرز میں پر، نئے روں میں، نئے چیزوں کو کو قبول کرتے ہیں۔ اس کی ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ انھیں اپنی صلاحیتوں پر مکمل بھروسہ ہوتا ہے۔ انھوں نے ایسا زندگی میں پہلے بھی کئی بار کیا ہوتا ہے۔ اس لیے انھیں ناکامی کا ڈر نہیں ہوتا۔

'لامم لائٹ' سے دور نکلے ہوئے لیڈر جب اپنے عشق کی آگ سلاگاتے ہیں تو ان کی دھواں دار کامیابیاں ایک بار پھر سب کو ان کا گرویدہ بنادیتی ہیں۔ 'لامم لائٹ' کے پاس کوئی چوائیں نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ ان کی کامیابی کی ایک نئی کہانی کو لائی یوکور تنجدے۔ اپنے قدر سے بڑے نظر آنے کے خواہش مند لوگوں کو وارث شاہ کا ایک پیغام اور پہنچائے دیتا ہوں۔

وارث شاہ لکائے خلق کو لوں
بھاویں اپنا ای گڑ کھائے جی
وارث شاہ: لاکف سٹریٹجیسٹ

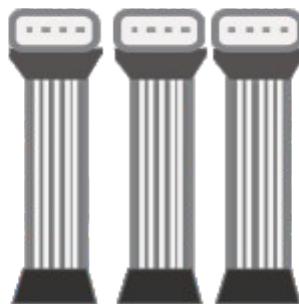
'لامم لائٹ' میں خواہ مخواہ لوگوں کی نظروں میں مت آئیے۔ نظر لگ جاتی ہے۔ عزت، کامیابی اور اختیار کا جو 'گڑ'، خدا سے ملا ہے، اس تھخے کو دنیا کے ساتھ مل بانٹ کے ضرور

کھائیے۔ اس 'گڑ'، کو مستحق لوگوں تک ضرور پہنچایئے۔ لیکن یہ سب 'لام لائب'، میں آئے بغیر
کیجئے۔ 'گڑ'، کا جو حصہ آپ کے لئے بچ جائے اسے سر عام، نمود و نمائش کے ساتھ مت کھائیے۔
'لام لائب' کی نفیاں بھی عجیب ہے۔ جتنا اس کے لیے جتن کریں دُور بھاگتی ہے اور
جتنا اس سے دُور بھاگیں، پیچا کرتی ہے۔ ڈھونڈ لیتی ہے۔ لیکن صرف تب جب آپ عشق کے
کام میں دنیا سے بے خبر ہوں، گم ہوں، غرق ہوں۔



ساتوان پڑاؤ

لازوال کامیابی کی بنیاد



-33-

کلّاک ماسٹر

جو دم غافل سو دم کافر، سانوں مرشد ایہہ پڑھایا ہو
مرن تھیں اگے مر گئے باہو، تاں مطلب نوں پایا ہو
سلطان باہو: لائف کوچ

کیا آپ نے کسی ایسے لیڈر کے ساتھ کام کیا ہے جس کی ساری توجہ ادارہ بنانے کی
بجائے اپنی کرسی بچانے پر تھی؟
لیڈر کا کام خود کو بنانا نہیں، ادارہ بنانا ہے۔ جب ادارہ بن جاتا ہے تو لیڈر خود بخوبی
جاتا ہے۔ جو لیڈر خود کو سنوارنے کے چکر میں پڑ جاتے ہیں وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ ادارہ سنور
جائے گا تو لیڈر کی زندگی خود بخوبی سنور جائے گی۔

تصور کیجئے پوری دنیا میں آپ ہی کے پاس ایک گھری ہے۔ صحیح وقت جانے کے لیے ہر کوئی آپ ہی پہ انحصار کر رہا ہے۔ آپ کو کتنا مزاج آتا ہے یہ سوچ کے کہ میرے بغیر کسی کا گزارہ نہیں۔ آپ ہر بار وقت بتا کے دوسروں پہ اپنی دھاک بٹھاتے ہیں۔ ہر کوئی آپ کی قابلیت کا، ہر کا، مہارت کا قائل ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب آپ نہیں ہوں گے سب کو وقت کون بتائے گا؟
کتنے افسوس کی بات ہوگی اگر آپ کے جاتے ہی پوری دنیا وقت جانے کی سہولت سے محروم ہو جائے؟ ظاہم بتانے اور گھری بنانے کا فرق سمجھ رہے ہیں آپ؟
لکتنا ہی اچھا ہوتا کہ آپ جانے سے پہلے، اپنے ہوتے ہوئے گھری بناتے۔ ایک بڑا کلاک دیوار پہ لگا دیتے۔ کسی کو آپ کے پاس آ کے وقت پوچھنے کی ضرورت پیش نہ آتی۔ ”کھوٹا“، ایڈر کبھی گھری بنانے کا نہ سوچے گا، نہ اسے دیوار پہ لگائے گا۔ سب کو اپنا تھانج ہی رہنے دے گا۔

دیوار پہ کلاک سجانے کے رستے میں کیا رکاوٹ ہے؟

”لوگ میرے پاس آنا چھوڑ دیں گے۔“

”بھر تو انھیں میری ضرورت ہی نہیں رہے گی۔“

”میری دھاک ختم ہو جائے گی۔“

”مجھے اپنا فن دکھانے کا موقع ہی نہیں ملے گا۔“

”بہت سوں کو پتہ ہی نہیں ہو گا کہ یہ کلاک بنایا کس نے۔“

”میں اپنی اہمیت کھودوں گا۔“

یہی وہ سوچیں، خدا شے اور سو سے ہیں جو آپ کو وقت بتانے والا بنائے رکھنے کی حامی ہیں۔ میں مانتا ہوں کہ آپ کی انا کی تسلیم وقت بتانے میں ہی ہے۔ لیکن فیصلہ آپ نے کرنا ہے آپ کے لیے آپ کی انا زیادہ اہم ہے یا ادارے کی کامیابی؟

اگر آپ کھرے لیڈر ہیں تو آپ دوسروں کو کلاک بنانا بھی سکھادیں گے۔ ہر ہاتھ میں گھٹی باندھ دیں گے۔ خود پہ انحصار ختم کر دیں گے تاکہ آپ اور باقی لوگ ادارے کے لیے زیادہ اہم کاموں پر توجہ دے سکیں۔

وقت بتانے سے گھٹی بنانے کی سوچ میں کتنا فرق ہے؟

آپ کون سے لیڈر ہیں؟ وقت بتانے والے یا گھٹی بنانے والے؟

کلاک ماسٹر بننے کے لیے کیا کرنا پڑے گا؟ یقیناً آپ کے ذہن میں سوال اُبھرا ہو گا۔ سوچ میں ذرا سی تبدیلی۔ اپنے آپ سے فوکس ہٹا کے ذرا دوسروں پر، اپنے ادارے پر، اور اس سے وابستہ لوگوں پر فوکس کر کے دیکھئے۔ آپ ان کے دلوں میں کیسے زندہ رہنا چاہتے ہیں؟ آپ اپنی لیڈر شپ کے بارے میں ان سے کیا سننا چاہتے ہیں؟

وقت بتانا آسان ہے، گھٹی بنانا مشکل۔ یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر لوگ وقت بتاتے بتاتے ادارے سے یاد نیا سے چلتے جاتے ہیں۔ پھر کوئی وقت بتانے والا نہیں رہتا۔ آپ خود سے عہد کریں کہ جہاں بھی جائیں گے اپنی اناکے سر پہ پاؤں رکھ کے کلاک بنانا شروع کر دیں گے۔

گھٹی کیسے بنائیں؟

گھٹی بنانے سے پہلے آپ کو پتہ ہونا چاہئے کہ ہر کامیاب ادارے کی بنیاد تین چیزوں پر ہے۔

1- ادارے کے بننے کا اور قائم رہنے کا مقصد کیا ہے؟ ادارہ کس چیز پر کھڑا ہے؟ اسے کون سی چیز باقی اداروں سے ممتاز کرتی ہے؟ اگر یہ کرشل ادارہ ہے تو کیا پیسے اور منافع کمانے سے بڑھ کے بھی اس کا کوئی مقصد ہے؟ کیا اس مقصد سے ادارے کے تمام لوگ واقف ہیں؟ کیا سب لوگ ایک مقصد پر اکٹھے ہیں؟ کیا وہ اس مقصد کے حصول میں کوشش ہیں؟

-2 ادارے کو اگلے پانچ سے دس سال میں آپ کہاں دیکھتے ہیں؟ ادارے کے بارے میں آپ کا کیا وژن ہے۔ آپ کے کون سے خواب اس ادارے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ اگر سب آپ کی توقعات کے مطابق ہو تو اس ادارے کو کامیابی کی کس بلندی پر دیکھتے ہیں؟ آئندہ پانچ سالوں میں اس ادارے کی شکل و صورت کیسی ہو گی؟ کیا خدو خال ہوں گے؟

-3 جب آپ جان لیں کہ آپ کا ادارہ کس مقصد کی خاطر کھڑا ہے اور کس طرف جانے کی ٹھان لی ہے، تو کیا یہ منزل پہنچنے کے لیے کافی ہے؟ ہرگز نہیں..... آپ کو اپنے کلچر کے وہ بنیادی اصول وضع کرنے ہوں گے جن کا مقصد کی اس جستجو میں ہر صورت میں پاس رکھا جائے گا۔ کون سی اخلاقی، سماجی، پیشہ وارانہ اور آپریشنل اقدار ہوں گی جو اس سفر میں پورے ادارے کے لیے راہنمائی کا کام دیں گی۔ یہ ویلیوز، ادارے کے کلچر کی اساس بنتی ہیں۔ لیڈر کا کام ٹھیم کے دل میں اس احساس کو پختہ کرنا ہے کہ ہمارا مقصد، منزل اور راہنماء اصول آپس میں مکمل طور پر ہم آہنگ ہیں۔

سدا بہار دیں اس باغے کدی خزاں نہ آوے
ہوون فیض ہزاریں تائیں ہر بُھتا پھل کھاوے
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

ایک اچھے لیڈر کے دل میں اُتریں تو وہاں اپنے ادارے کے بارے میں اس کے کچھ اسی طرح کے جذبات نظر آئیں گے۔

اچھا لیڈر کرسی سے چپک کر نہیں رہتا۔ وہ جانتا ہے کہ کب جانے کا وقت آنے والا ہے۔ وہ اس وقت سے پہلے ادارے کے لیے خود سے بہتر لیڈر کا انتخاب کرنے میں ادارے کی

مد کرتا ہے۔ وہ یقین دہانی کرتا ہے کہ اس کے جانے کے بعد بھی ادارے کی بہاروں میں فرق نہیں آئے گا۔

ناخوشنگوار تبدیلیوں اور ناموافق حالات کی خزانہ کبھی ادارے کو چھوٹیں پائے گی۔ کھرا لیدر پیشگی اس بات کا اطمینان کرتا ہے کہ آنے والے سالوں میں ادارہ پھلتا پھولتا رہے۔ ادارے کا فیض معاشرے کے لیے جاری و ساری رہے۔ لوگوں کا رزق اس ادارے سے جڑا رہے۔ ادارے سے رشتہ ٹوٹ جانے کے بعد بھی لیدر اس ادارے کی خیرخواہی چاہتا ہے۔ اسے آگے بڑھتے دیکھنا اس کی آرزو رہتی ہے۔ وہ دل سے دعا کرتا ہے کہ اس ادارے کے لوگ خوش رہیں، ترقی کریں اور معاشرے میں اپنا حصہ ڈالتے رہیں۔

-34-

لازوال ادارے

لوڑے داکھ باجوڑیاں گلر بیجے جٹ
 ہنڈے اون کتائے دا، پیدا لوڑے پٹ
 بابا فریدؒ: میخمنٹ گرو

اداروں کی بنیاد رکھنا تو کوئی کسان سے سکھے۔
 بطور لیدر آپ جس قسم کا ادارہ، گھر، ڈیپارٹمنٹ، سکول یا انسٹی ٹیوٹ تعمیر کرنا چاہتے
 ہیں اس میں وہی اصول لے گوہوں گے جو کسان کی فصل پہ لے گوہوتے ہیں۔
 اگر آپ ایک کشمیر نوکس پیمنی ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں لیکن اپنے لوگوں کو کشمیر کی عزت
 کرنا نہیں سکھاتے، انھیں کشمیر کے مسائل حل کرنے کی اتحار ٹی نہیں دیتے یا ان میں کشمیر کی

خدمت کا شوق نہیں ابھارتے تو آپ کا ادارہ آپ کی توقعات کے بالکل برعکس تعمیر ہو گا۔
 بابا فرید آپ کے سامنے ایک ایسے جھٹ کی مثال دے رہے ہیں جس کو باجھوڑ کے انگور
 چاہئیں لیکن وہ کیکر کا تج بور ہا ہے۔ کیا کیکر کے درخت پر انگور اگنے کا کوئی امکان ہے؟
 اگر کسان کو ریشم چاہیے اور وہ اون کات رہا ہو تو اس کی ہوشمندی پر کیا کہا جائے۔
 لیڈر ز کو جانا چاہیے کہ ان کے ذہن میں کس قسم کے ادارے کی تعمیر کا تصور ہے اور وہ
 اپنے روزمرہ کے ایکشن اور فیصلوں سے کس قسم کے کلچر، اصولوں اور عادتوں کو روایج دے رہے
 ہیں۔ ایسے ادارے کھڑے کرنے کے لیے جو لیڈر کے لاکف ٹائم کے بعد بھی اپنے مقصد پر
 کامیابی سے گامزن رہیں، لیڈر کو احتیاط کے ساتھ وہی تج بونے چاہئیں جنہیں کاشنے میں خود
 انھیں اور آنے والی نسلوں کو خوشی محسوس ہو۔

اس نظریے کو وارث شاہ بھی سپورٹ کرتے ہیں:

جیہڑا بیجے وارثا وڈھ لئے
 حرف وچ قرآن دے آیا اے
 وارث شاہ: لاکف سٹریچسٹ

اپنی ٹیم اور کمپنی کو کامیابی کی مضبوط بنیاد فراہم کیجئے۔ جو لیڈر لازوال اصولوں کو کامیابی
 کی بنیاد بناتے ہیں ان کی کامیابی بھی لازوال ہوتی ہے۔ لیکن جن لیڈر ز کی نظر و قتی فائدوں پر ہو
 ان کی کامیابی بھی وقتی ہے۔ حالات کی تبدیلی کا ایک جھنکا ان کی کامیابی کو چکنا چور کر دیتا
 ہے۔ اگر آپ کے ادارے یا ٹیم کی بنیاد مضبوط نہیں تو آپ کی مثال کچھ ایسی ہی ہے۔

کندھی اُتے رُکھڑا کچرک بُنھے دھیر
کچے بھانڈے رکھے کچر تائیں نیر

بابا فریدؒ: میجنٹ گرو

تندو تیز ندی کے کنارے اُگا ہوا نازک سا درخت پانی کے ٹھیٹرے کب تک کھائے
گا۔ جلد ہی پانی کا کٹا اس درخت کی جڑیں اُکھاڑ پھینکے گا۔ جیسے کچھی مٹی کا برتن زیادہ دیر تک پانی
میں پڑا رہنے کے بعد ”گھر“ جاتا ہے۔ اس کی شکل و صورت ختم ہو جاتی ہے۔ بالکل اسی طرح
جن اداروں کے لیڈر صحیح اقدار کے اوپر ادارے کو قائم نہیں کرتے، لوگوں کے دلوں میں ادارے
کے وزن اور مقصد کو نہیں اُتارتے، کچھ ہی عرصے میں ان اداروں کی شکلیں پہچانی ہی نہیں جاتیں۔

البتہ وہ ناکام ادارے اپنے لیڈر کی پہچان ضرور بن جاتے ہیں۔

ایک ہی وقت میں، ایک ہی انڈسٹری میں قائم ہونے والے کچھ ادارے چند سال بھی
زندہ نہیں رہ پاتے جبکہ انھی حالات اور مشکلات کے باوجود کچھ ادارے سال ہا سال قائم رہتے
ہیں اور سو دو سو سال کے بعد بھی نہ صرف ترقی کی راہ پر گامزن رہتے ہیں بلکہ اپنے شعبے میں ٹاپ
پہنچ جاتے ہیں۔

بابا فریدؒ صحیح کہتے ہیں:

جن لوئے جگ موہیا سے لوئے میں ڈٹھ
کچل رکھ نہ سہنڈیاں سے پنچھی سوئے بھیٹھ

بابا فریدؒ: میجنٹ گرو

وہ آنکھیں جو ساری دنیا کو اپنادیوانہ بنایتی ہیں کبھی وہ وقت بھی آتا ہے کہ کاحل کی جگہ

انھی آنکھوں میں پرندے اپنے گھونسلے بنالیتے ہیں اور وہیں سوئے نظر آتیں ہیں۔
بالکل اسی طرح کئی ادارے جو اپنے کشمیرز کی آنکھوں کا تارا ہوتے ہیں، لیڈر رز کی
کھوکھلی بنیادوں کے باعث ایسے صفحہ ہستی سے مت جاتے ہیں جیسے کبھی وہ تھے ہی نہیں۔

کو کیندیاں، چاکیندیاں، متین دیندیاں نہ
جو شیطان ونجایا سے کرت پھرے چت
بابا فریدؒ: میجنٹ گرو

ان اداروں کی ناکامی کی داستانیں دوسروں کو چیخ چیخ کے بتا رہی ہیں کہ کن رویوں،
عادتوں اور اقدار کو تک کر کے ان کی طرح ناکامی کے گھرے کنوں میں گرنے سے نقش سکتے ہیں۔
لیکن کھوٹے لیڈر زان کی نصیحت کو ذرا توجہ نہیں دیتے۔ وہ جب تک ناکامی کے اس گھرے میں خود
نہیں جا گرتے انھیں سکون نہیں آتا، تاہم وہ اکیلے ٹھوڑی گرتے ہیں۔ اپنے ساتھ کتنے لوگوں،
ملازمین، کشمیر اور شیر ہولڈر زکوبھی لے جاتے ہیں۔

لوگ اپنے اداروں اور خود اپنے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟ جانتے بوجھتے وہ اپنے
ادارے کو بتاہی کے دہانے سے بچاتے کیوں نہیں؟

-35-

چلنچ مینجنٹ

رُت پھری ون کنیا، پت جھڑیں جھڑ پائیں
 چارے کنڈاں ڈھونڈیا، رہن کھاؤ نا ہیں
 بابا فرید: مینجنٹ گرو

برنس آج وہ نہیں رہا جو کچھ سال پہلے ہوتا تھا۔ دنیا سے معاشی سکون رخصت ہوئے کئی سال ہو گئے ہیں۔ برنس کی فضا میں جتنی بے یقینی آج ہے پہلے کبھی نہ تھی۔ ہر لمحے اداروں کو مارکیٹ کے حساب سے ایڈ جسٹ کرنا پڑتا ہے۔ ایک وقت میں ادارے کئی تبدیلیوں کی زد میں ہیں۔ ٹیکنالوجی کی تیز رفتار تبدیلی خاص طور پر کمپنیوں کو سر پڑ بھانگنے اور ساتھ ہی ساتھ بہت کچھ بد لئے پہ مجبور کر رہی ہے۔ برنس کی دنیا کی اس طغیانی کا مقابلہ کرنے کے لیے لیڈرز کو ہر لمحے تیار

رہنے کی ضرورت ہے۔

کاروباری ادارے ہوں یا سماجی ادارے، خاندان ہوں یا کھیل کی ٹیمیں، ہر طرف تبدیلوں سے نبھاہ کی پیش بندی ہو رہی ہوتی ہے۔ بابا فرید تبدیلوں کی اس فضائیں آپ کو کچھ یوں مشورہ دیتے ہیں۔

لیڈر جتنی جلدی اس بات کو سمجھ جائیں کہ تبدیلی آچکی ہے۔ اور تبدیلی کے ساتھ خود کو بدلنے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں، یہ ادارے اور خود ان کے لیے اتنا ہی اچھا ہے۔ ارگر دیکھیں اس افراتفری میں جس طرف نظر اٹھائیں کہیں سکون نہیں ہے۔ لیڈر شپ کا کمال دیکھنا ہو تو لیڈر کو تبدیلی سے نبھاہ کرتا ہو ادیکھیں۔ کیونکہ افراتفری کے اس عالم میں اپنے ادارے، کشمکش اور لوگوں کے بہترین مفاد کو مدد نظر رکھتے ہوئے رستہ بنانا ہی لیڈر شپ ہے۔

اگر لیڈر صورت حال کی سگنی کو نہیں سمجھے گا اور لوگوں میں ایر جنسی کا احساس جگا کر انھیں تبدیلی کے ساتھ بدلنے کے لیے تیار نہیں کرے گا تو ادارہ ختم ہو جائے گا اور ساتھ ہی لیڈر کی لیڈر شپ بھی۔ بطور لیڈر آپ کو سمجھنا چاہیے کہ ماضی کی کامیابیوں کا راگ الائپنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ نئے عہد کے نئے تقاضوں کے ساتھ قدم اٹھانا ہی نئی کامیابیوں کی راہ ہموار کرے گا۔ وگرنہ وارث شاہ نہیں کر رہے ہیں۔

وارث شاہ ایں خاب سراں اندر
کئی واجڑے گئے وجہ میاں
وارث شاہ: لاکف سٹریچسٹ

بڑے بڑے لیڈر اور ادارے جو مارکیٹ پر راج کر رہے تھے اور کوئی ان کے میوزک کے سامنے کسی کا میوزک نہیں سنتا تھا، ان کے باجوں کا شور کب کا گم ہو گیا..... انہوں نے

زمانے کی لے کنہیں سمجھا اور پھر زمانے نے ان کی لے کو بھلا دیا۔ کتنی ہی کمپنیاں اور ادارے ہیں جو ایک وقت اس دنیا پر راج کر رہے تھے اور آج ان کا نام و نشان نہیں ہے۔

عاشق بھور ، فتیر تے ناگ کالے
بنائ متنزوں مول نہ کیلئے جی
واٹ شاہ: لاَف سُطْرِ چِلْجِسْٹ

وارث شاہ ایک بار پھر وارنگ دے رہے ہیں کہ جب تک آپ کے پاس مکمل بیک گراوڈ، معلومات اور دُوں لِکٹ نہ ہو چنچ مینجنمنٹ کے سفر پر مت نکلیں۔ دنیا میں 85 فی صد چنچ مینجنمنٹ کے پروگرام ناکام ہو جاتے ہیں۔ محض اس لیے کہ یہ پروگرام موزوں وقت اور تیاری کا جائزہ لیے بغیر شروع کر دیئے جاتے ہیں۔

عاشق کو وہی ہینڈل کر سکتا ہے جو عشق کے مرحوم سے خود گزرنا ہو۔ ہنور سے کشتی وہی نکال سکتا ہے جس نے کشتی یا تو خود نکالی ہو یا لکتی دیکھی ہو۔ جسے ہنور کے مزاج کی خبر نہیں، وہ تو خود بھی ہنور کی نظر ہو جائے گا۔

کالے ناگ کے سامنے بین بجانے کی جرأت اس کو زیب دیتی ہے جسے بین پہ مکمل عبور ہو۔ جو سانپ کی فطرت کو سمجھتا ہو۔ جو اس کی زبان میں اس سے مخاطب ہو سکتا ہے۔ کوئی ناس بھجو شوقیا بین بجائے گا تو خود سانپ کا شکار ہو جائے گا۔

چنچ مینجنمنٹ کا ناگ بڑے بڑے لیدر ز کے کیر رکھا جاتا ہے۔ بڑے بڑے کنسٹنٹنٹ اس کی پھنکار کے سامنے چپ سادھ لیتے ہیں۔

اپنے ادارے یا ڈیپارٹمنٹ میں تبدیلی کی راہ ہموار کرتے وقت چند باتوں کا خیال رکھتے ہیں۔

پہلی بات:
منزل:

آپ اپنی ٹیم کو کہاں، کس منزل پر لے جانا چاہتے ہیں؟
آپ کی ٹیم کا مقصد کیا ہے؟
اگلے پانچ سال میں آپ اپنے ادارے یا کار و بار کو کہاں دیکھتے ہیں؟ اگر یہی سوال
آپ اپنی ٹیم سے پوچھیں، تو کتنے لوگوں کا جواب وہی ہو گا جو آپ کے ذہن میں ہے؟
آپ اپنی ٹیم کے روزمرہ کے رویوں اور ایکشن میں کون سی اقدار کا عکس دیکھنا چاہتے
ہیں؟
آپ کے پاس اپناوژن، ٹیم کے دلوں میں اُتار نے کا بہترین طریقہ کیا ہے؟

دوسری بات:
ربط:

آپ کی ٹیم کی دل و جان سے شرکت کے بغیر آپ اپناوژن پورا نہیں کر سکتے۔
اپنی ٹیم کے لیے صحیح لوگوں کی تلاش میں آپ کتنا وقت لگاتے ہیں؟
کیا آپ نے طے کر لیا ہے کہ آپ کی ٹیم کو جوانئ کرنے کے لیے لوگوں میں کیا دویا تین اہم صلاحیتیں ہوئی چاہئیں؟
آپ اپنی موجودہ ٹیم کو پُر جوش اور انوالوں کھنے کے لیے اس وقت کیا کر رہے ہیں؟
اپنے لوگوں کے دل اور دماغ کا پورا فائدہ اٹھانے کے لیے آپ کے پاس کیا پلان ہے؟
اپنے لوگوں کی مہارت میں اضافے کے لیے آپ کیا کرنے والے ہیں؟

-36-

مارکیٹ کی نفسیات

بے کر متز کیل دا نہ آوے
 ایویں سُڑے ناگ نہ چھیریے نی
 وارت شاہ: لاکف سٹریٹجٹ

آپ ایک نیا بنس شروع کرنا چاہتے ہیں یا ایک نیا ادارہ قائم کرنا چاہتے ہیں۔ جب تک آپ کی پلانگ مکمل نہیں شور شراب سے پہیز کیجئے۔ بغیر تیاری کے مارکیٹ میں بگ بینگ کرنا، آبیل مجھے مار کے متراوف ہے۔ بغیر تیاری کے دشمن کو لکارنا بہادری نہیں بے وقوفی ہے۔ بلکہ سچ پوچھیں تو خود کشی ہے۔
 کوئی بھی نئی پڑاکٹ متعارف کروانے سے پہلے یا نئی بنس ڈویژن لانچ کرنے سے

پہلے اگر آپ نے 'پوری تیاری' نہیں کی تو نیا پڑا کٹ اور نئی ڈویژن آپ کے لئے پڑ جائیں گے۔ آپ کی حریف کمپنیاں لمحے میں آپ کی خامیاں بھانپ لیں گی اور اپنی سڑتیجی سے آپ کو اڑاکے رکھ دیں گی۔

مارکیٹ میں ہر طرف بڑے بڑے ناگ پھن پھیلائے کھڑے ہیں۔ آپ بغیر سوچ سمجھے اگر سوئے ناگوں کو اپنے ہنگاموں سے جگانے کی کوشش کریں تو آپ کی خیر نہیں۔ اگر یہ ناگ اٹھ گئے تو آپ کے لیے انھیں سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔ ان ناگوں کے پیچ جانے کا مزاتب آئے گا جب آپ کے پاس ہر ناگ کو چُپ کرانے کا منتر ہو۔ بغیر 'منتر' ناگوں کو جگانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔

زندگی کے ہر شعبے پہ یہی اصول لا گو ہوتا ہے۔ پہلے 'منتر' سیکھنا، اس پہ مہارت حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد ہی ناگوں کو مقابلے کی دعوت دینے کا حق بتا ہے۔ ناگوں کو زیر کرنے والے منتر پہ مہارت کوئی آسان کام نہیں۔

یہ منتر سیکھنے کے لیے آپ کو وقت لگانا پڑے گا۔ مارکیٹ میں نکلنا پڑے گا۔ جان جو کھوں میں ڈالنی پڑے گی۔ تب جا کے آپ خطرناک ناگوں کے علاقے میں قدم جما سکیں گے۔ تو پھر اپنے مقابلے کے ناگوں کو رام کرنے کے لیے آپ کو کون سے منتر سیکھنے پڑیں گے؟

ہنس اُڈر کو دھرے پیا لوک وڈارن جاء
گیلا لوگ نہ جاندا، ہنس نہ کو دھرا کھاء
بابا فرید: میجنٹ گرو

برنس کی دنیا میں کامیابی کے لیے یہ علم بھی ضروری ہے کہ کون آپ کا حریف ہے اور

کون نہیں؟ یہ پہچان ہوگی تو آپ اپنی تو انائیاں صحیح سمت میں خرچ کر سکیں گے۔ اس بات کا درست تجزیہ، کہ کھال سے آپ کو خطہ ہے، آپ کی زندگی سے ایرجنسی کو کم کرے گا۔ آپ نسبتاً پرسکون رہیں گے اور خطرے کی جعلی گھنٹیوں سے پریشان نہیں ہوں گے۔

کودھرے کی فصل پرنسوں کا ایک جھنڈ آرام کرنے کے لیے بیٹھ گیا۔ فصل کے ماکان بھاگ بھاگ ان کو اڑانے پہنچ گئے۔ ایک آدھ گھنٹے کی مشقت کے بعد وہ پرنسوں کو کھیت سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔ انھیں پریشان حال دیکھ کر کسی بزرگ نے انھیں بتایا کہ اتنے ہلکاں ہونے کی ضرورت نہیں اس لیے کہ ہنس کودھرے کی فصل نہیں کھاتا۔

اگر لاعلم لوگوں کو یہ پہلے پتہ چل جاتا تو وہ اتنی تگ و دونہ کرتے، پورے گاؤں میں ایرجنسی نافذ نہ کرتے۔ کیونکہ انھیں پتہ ہوتا کہ ہنس بے چارے تو ہماری فصلوں کے لیے بے ضرر ہیں۔

تو سبق کیا ہے؟ اپنے ادارے کی طرف بڑھتے تمام قدموں کو پہچانیں۔ تحقیق کر کے جانیں کہ کس چیز سے آپ کو سچ میں خطرہ ہے۔ معلوم کریں کہ جس صورت حال سے آلام بجا ہے اس میں آپ کا رسپانس کیا ہونا چاہیے؟ حقائق کو تعمیدی نگاہوں سے دیکھیں۔ جو کچھ آپ کے سامنے ہواں پسوال اٹھائیں۔ کہیں ایسا نہ ہو آپ کی معلومات غلط ہو۔ آپ سکون سے بیٹھ رہیں اور جن پرندوں کو آپ بے ضرر سمجھتے رہیں، وہ آپ کی فصل تباہ و بر باد کر دیں۔

-37-

کسٹم سروس

دردمنداں دے سخنِ محمد دیہن گواہی حالوں
جس پلے پھل بدھے ہوون، آوے باس رومالوں
میاں محمد بخش: ریڈیشن شپ گرو

جب لیڈر زاپنے حصے کا کام کرتے ہیں، ادارے کو ایک مشن اور وژن کے ساتھ چلاتے ہیں تو ادارے کے ہر فرد کی آنکھوں میں مشن کی سچائی، وژن کے پورا ہونے کا یقین جملتا ہے۔
ہر کسٹم جب ادارے کی سروس کا معیار دیکھتا ہے تو دنگ رہ جاتا ہے۔ آپ کی کمپنی کا خوشنگوار تجربہ ایک خوبصوری طرح اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔
جس طرح پھول سے الگ ہونے کے بعد ایک عرصہ تک رومال سے پھولوں کی خوبصوری

آتی رہتی ہے بالکل اسی طرح ایک کشمیر فوکسڈ کمپنی کا ہر فرد کشمیر پر کچھ ایسا ثابت اثر جھوڑتا ہے کہ کئی دنوں تک اس کے شاندار رویے اور اچھی ڈیلنگ کی خوبیوں سے معطر کرتی رہتی ہے۔ کشمیر خوشی خوشی اپنے دوستوں کو، جانے والوں کو آپ کی کمپنی کی خوبیوں کے بارے میں بتاتا ہے۔ وہ کشمیر آپ کے ادارے کا نامانندہ بن جاتا ہے اور اگر کوئی آپ کے ادارے کے خلاف بات کرے تو وہ آپ کا وکیل بن کر ادارے کا دفاع کرتا ہے۔

یہ سب اس کوشش کا نتیجہ ہے جو بطور لیدر آپ اپنے لوگوں کو ادارے کا مشن اور خواب سمجھانے میں وقف کرتے ہیں۔ کشمیر تک یہ خوبیوں بھی پہنچتی ہے جب وہ آپ سے آپ کی ٹیم تک پہنچے۔ یہ ہونیں سکتا کہ آپ ٹیم کو بدبو تھے میں دیں اور وہ آگے کشمیر کو خوبیوں پہنچاتے رہیں۔

بڑی مارکیٹنگ کمپنی، ٹی وی کے اشتہار اور بل بورڈز دیکھ کر اگر کوئی آپ کے ادارے سے بڑی توقعات لے کے آن بھی پہنچے تو لوگوں کو آپ سے ملنے والی بدبو ایسا متفرکرتی ہے کہ دو لمبے آپ کے ادارے میں گزارنے سے گھبرا تے ہیں۔ وہ ایک سینئنڈ میں ادارے سے تعلق توڑ دیتے ہیں۔ آپ کے لوگوں کے حسنِ سلوک، کی وہ بھیاں کی یادیں اسے اتنا نگ کرتی ہیں کہ وہ کبھی واپس آنے کا سوچتا تک نہیں۔ یہی شخص آپ کے ادارے کی ”بدبو“ کی کہانی ہر جگہ سنانا اپنا فرض سمجھنے لگتا ہے اور اگر کوئی آپ کی حمایت میں بولے تو اس سے الجھ پڑتا ہے۔

کلر کیری چھپری، آء اُنتھے ہنجھ
چھجو بوڑن نہ پیویں، اُن سندی ڈنجھ
بابا فریدؒ: میخمنٹ گرو

پیاس کے مارے ہوئے پرندے کلر زدہ زمین پر موجود ایک چھپری دیکھ کر اپنی پیاس بچانے اُترتے ہیں۔ پیاس سے اُن کے حلق خشک ہوتے ہیں۔ وہ بڑی آس لگا کے پانی پینے کی

نیت سے آگے بڑھتے ہیں۔ لیکن چھپڑی کی گندگی اور بدبودار پانی میں چونچ ڈبوتے ہی وہ سمجھ جاتے ہیں کہ انہوں نے کتنی بڑی غلطی کی ہے۔ وہ ایک گھونٹ حلق سے اُتارے بغیر فوراً واپس اُڑنے کا فیصلہ کر لیتے ہیں۔ چھپڑی انھیں بڑا رکوتی ہے لیکن وہ پلنٹے کا سوچنے کو بھی تیار نہیں۔ وہ سب آپس میں اسی وقت فیصلہ کرتے ہیں کہ اس نام نہاد تالاب پر دوبارہ کمھی نہیں اُتریں گے۔ وہ یہ بھی طے کرتے ہیں کہ اپنے دوستوں، فیملی کے لوگوں اور آنے والی نسل کو بھی یہ نصیحت کریں گے کہ کبھی بھول کر بھی اس چھپڑی پر پانی پینے نہ جانا۔

آئھواں پڑاؤ

جگ تے رئے کہانی



-38-

پریم کا دھاگہ

سُرت دی سُوئی پریم دے دھاگے، پیند گے ست سنگے
 کہے حُسین فقیر سائیں دا ، تخت نہ ملدا منگے
 شاہ حُسین: سکسیس کوچ

دنیا کے ہر شعبے میں کوئی ایک شخص ضرور ہے جو بالکل ٹاپ پہ بیٹھا ہے۔ بے شمار لوگ
 اُسے نیچے سے دیکھتے ہیں۔ اُس کی زندگی پر شک کرتے ہیں۔ اُس کی طرح بننا بھی چاہتے ہیں۔
 لیکن وہ نہیں کرنا چاہتے، جو کر کے وہ شخص اس ٹاپ مقام تک پہنچ گیا۔
 فارمولاؤن کا رلیس ہو یا ٹینس، اسٹرپچ ہو یا سائنس، شطرنج کا میدان ہو یا ہاکی کا، بات
 گھر ڈیزائن کرنے کی ہو یا فلمیں بنانے کی، مقابلہ پہاڑ سر کرنے کا ہو یا گاٹ کھیلنے کا، سائنس کی

دوسو سے زائد قسمیں ہوں یا لٹر بیچر کے درجنوں زاویے۔ ہر شعبے میں چوٹی پر پہلے ہی سے کوئی نہ کوئی براہم ان ہے۔ آپ خبریں پڑھتے ہیں یا پولو کھیلتے ہیں، گانا گاتے ہیں یا کاریں ڈنر ان کرتے ہیں، ماstry شیف ہیں یا بالوں کے سائل بناتے ہیں۔ آپ کچھ بھی ہوں، کوئی ہے جو بہت اوپر آپ کی فیلڈ میں سب سے اوپرچی سیڑھی پر بیٹھا ہے۔ اس کی کامیابیاں، اس کا کام، اس کا لائف سائل، اس کی آمدی آپ کو بہت انسپاائر کرتی ہوگی۔

لیکن ان میں بہت سارے لوگ ایسے بھی ہوں گے جو کبھی اس سیڑھی کے سب سے نچلے زینے پر تھے، اسی چوٹی کے بیس کیمپ تک بمشکل پہنچ پائے تھے۔
 کیا آج یہ لوگ چوٹی پر اس لیے پہنچ گئے کہ انہوں نے نیچے بیٹھے بڑی اتجائیں کیسیں؟
 احتجاجی مظاہرے کیے؟ منتیں کیسیں؟ یا کسی سے اوپر جانے کی بھیک مانگی؟
 ہر گز نہیں۔

کسی بھی فیلڈ میں، کسی کو بھی، تخت محض مانگنے سے نہیں مل جاتا۔ مس ورلڈ سے لے کر پلک سپیلنگ کے ورلڈ چمپئنین تک کسی نے بھی بھیک میں اپنا یہ اعزاز نہیں پایا۔
 ہر چمپئنین نے، جس مقام پر آج وہ ہے اس کی، قیمت چکائی ہے، قربانیاں دی ہیں۔
 چند یونڈ کی پرفارمنس کے لیے سالوں ریاضتیں کی ہیں، چوٹیں کھائی ہیں، ناکامیاں دیکھی ہیں،
 ہسپتاں میں اپنی تکلیف دہ ریکورڈ کا انتظار کیا ہے۔ دکھ جھیلے ہیں، اپنی انا کو کچلا ہے۔ اپنی حدود کو ہر روز چلیخ کیا ہے..... کھل کے کھلیا ہے تب جا کے انھیں اس اعزاز سے نواز گیا۔
 وہ بھی ہمیشہ کے لیے ہیں..... ان میں سے زیادہ تر کو ہر سال ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ ابھی بھی چمپئن بننے اور رہنے کے لاائق ہیں۔ کچھ کوساں میں کئی بار، اور کئیوں کو ہر روز لاکھوں کروڑوں لوگوں کے سامنے دن میں کئی بار اپنے چمپئن ہونے کا ثبوت دینا پڑتا ہے۔
 قیمت کیا ہے چمپئن بننے کی؟ کیا لوازمات چاہیں؟

بہت سارے۔

لیکن شاہ حسینؒ یہاں پر اپنی تخت تھیوری میں تین بنیادی صفات کا ذکر کر رہے ہیں۔

پہلی صفت:

مُرُوت دی مُوئی:

آنکھیں کھلی رکھیں۔ اپنے آس پاس کے بدلتے حالات پر گہری نظر رکھیں۔ کھیل کے قاعدے ضابطے، لیکن اوجی کا استعمال، دوسرا کھلاڑیوں کا سکور، سپانسر کی بدلتی توقعات، سلیکشن کمیٹی کا معیار، ہر چیز پر چیمپیئن کی گہری نظر ہوتی ہے۔

چیمپیئن حقوق کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر دیکھتا ہے۔ اس کی نگاہ سے اپنے شعبے کی کوئی چیز چھپنی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے شعبے کا سب زیادہ باخبر انسان ہوتا ہے۔ اسے کبھی کوئی چیز سر پر اائز نہیں کرتی۔

دوسری صفت:

پریم کے دھاگے:

چیمپیئن جس رسی سے اٹک کر بندی کی چوٹی پر بپنچتا ہے وہ رسی عشق کے دھاگوں سے بندھی ہوتی ہے۔ اسی لیے یہ رسی اتنی مضبوط ہوتی ہے کہ عاشق سال ہا سال اس رسی کے ساتھ لیکا رہتا ہے۔

نا کامیاں، مایوسیاں، اس کا کچھ نہیں بگاڑتیں۔ ہر سال اس کی توقعات کر چیاں بن کر ٹوٹتی ہیں لیکن پریم کے دھاگوں سے بنی رسی میں وہ ان سارے ٹوٹے خوابوں کو پروکر چیمپیئن شپ کی طرف سفر دوبارہ شروع کر دیتا ہے۔ اس کا اپنے کام سے عشق اسے رکنے نہیں دیتا۔ اس کے حوصلوں کو ٹوٹنے نہیں دیتا۔

پریم کے دھاگوں کی طاقت سے وہ اپنے ہر کام کو شوق سے کرتا ہے۔ اس کے لیے

مجبوری کا لفظ بنا ہی نہیں۔ وہ ہر قدم خوشی سے اٹھاتا ہے۔ پریم کے دھاگوں سے سیچنی اس کی ہر کوشش بالآخر سے کامیابی دلاتی ہے۔

تیسری صفت:

درد سے دوستی:

چیمپین کو تکلیفیں بری نہیں لگتیں۔ اس کی انا اسے ان پیوندوں سے بیزار نہیں کر پاتی جو محبت کے دھاگوں اور شعور کی سوئی سے اس نے خود سیچن ہوتے ہیں۔

وہ جانتا ہے کہ یہ سارے پیوند منزل پر پہنچنے کی قیمت ہیں۔ اس کا ہر پیوند اسے آگے بڑھنے کی طاقت، نئی امنگ دیتا ہے۔ اسے خوب احساس ہے کہ پیوند کامیابی کے عمل کا لازمی جز ہیں۔ وہ پیوندوں والی یہ پوشاک پہننے کامیابی کے تحنت کی طرف ثابت قدمی سے بڑھتا رہتا ہے۔ اس زندگی کا حصہ مقصدا پنے پروردگار کی خوشنودی حاصل کرنا ہے۔ کامیاب زندگی کی یہی ایک کسوٹی ہے۔ جو نبی چیمپین اپنی سمت طے کر لیتا ہے تو ہر سوچ اور ہر عمل اسی رُخ بڑھنا شروع ہو جاتی ہے۔ جبکہ چیمپین شپ کے کھلیل سے دور ہم سب جانتے بوجھتے اپنی سوچوں اور اعمال کا رُخ اس کی سمت موڑنہیں پاتے۔

جب خدا کی رضا ہی ہدف ہے تو پھر اسے پانے کے لیے جو کچھ بن پڑے کرنے سے گریز نہیں کرنا چاہئے۔ سچا چیمپین اس بات کو سمجھتا ہے کہ اگر زندگی چاہئے تو 'اس' مقصود میں خود کوفنا کرنا پڑے گا۔

پھر ایک دن آتا ہے جب اس کی پیوندوں والی پوشاک کو نظر انداز کر کے صراف کی ماہرانہ نگاہیں اس کی سُرت کی سوئی، اور پریم کے دھاگوں کو پہچان جاتے ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ پوشاک تو اک لمجھ میں نئی پہنچ جاسکتی ہے لیکن سُرت اور پریم کے یہ گن ڈھونڈنے نہیں ملتے۔ مختین رنگ لے آتی ہیں۔ دعا میں قبول ہو جاتی ہیں۔ بغیر کسی کا احسان لئے چیمپین

تخت پر قدم جماليتا ہے۔ دوسروں کے لئے مثال بن جاتا ہے۔

سامئیں کارن جو گن ہوواں ، کرنے جو کچھ سرئے
کہے حُسین حیاتی لوڑیں ، چوندیاں ہی مرئے
شاہ حُسین[ؑ] : سکسیں کوچ

چینپیشین کی خاص بات یہ ہے کہ تخت کا گولڈ میڈل جیتنے کے بعد بھی وہ اپنے پیوند کسی سے چھپاتا نہیں ہے۔ کیونکہ اس کے دل میں کم تری کا احساس نہیں ہوتا۔ وہ یہ جانتا ہے کہ یہ پیونداں کی عزت میں کمی نہیں بلکہ اضافہ کریں گے۔

یہ پیوندان بہت ساروں کے لئے انپارٹیشن بن جاتے ہیں جو کامیابی کی چوٹی کے بیس کیمپ پر اپنی سُرت کی سوئی میں پرمم کا دھاگہ پرونس کی کوشش کر رہے ہوتے ہیں۔

-39-

گھل کے کھلیو

بھٹ پئی تیری چڑی چادر، چنگی فقیراں لوئی
درگا وچ سہاگن سوئی ، جو گھل نچ کھلوئی

شاہ حسینؒ: سکسیں کوچ

ستھن گھل کے لیے سجا ہو یا بُرنس کے لیے، جس نے بے خوف کار کردگی دکھائی جیت
اسی کی ہوگی۔

میرے کوچ عارف انیس نے کئی سال پہلے مجھے سمجھایا تھا کہ باکسٹنگ کے رنگ میں جیتنا
وہ ہے جو اپنی طاقت کا آخری قطرہ تک داؤ پہ لگا دیتا ہے۔ ہارنے والا تھوڑی سی طاقت بچا لیتا
ہے۔ یہی ایک ہارنے والے اور چھپتین کھلاڑی میں فرق ہے۔

شاہ حسینؒ کے اس فلسفے نے عارف انیس کی بات کو میرے دل میں اور بھی پختہ کر دیا۔

”کھل کے کار کر دگی دکھاؤ گے تو گولڈ میڈل اٹھاؤ گے“

کھل کے کھلنے میں کیا رکاوٹ ہے؟

سب سے بڑی رکاوٹ تو ڈر ہے۔ یہی ڈر تو ہمیں کھل کے ناچھے نہیں دیتا۔ ہم جھجک جاتے ہیں۔ مرعوب ہو جاتے ہیں۔ سہم سہمے رہتے ہیں۔ دوسروں سے موازنہ کر کے خود کو نیچا دکھاتے ہیں۔ اپنی کمر میں خود ہی پھر اگھسیر دیتے ہیں۔

اپنے رنگ کھل کے نہ دکھانے کی ایک وجہ یہ ہے کہ ہم خود کو گولڈ میڈل کے لاائق ہیں نہیں سمجھتے۔ اسی لیے ہم اپنے وسائل کا پورا استعمال نہیں کرتے۔

ہم سُٹھ پہ ہوتے تو ہیں لیکن سُٹھ کو اپنا نہیں مانتے۔ پوری طرح سُٹھ پر موجود ہی نہیں ہوتے۔

جیتنے کے لیے اکثر ہمیں وہ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے جو اس سے پہلے بھی ہم نے کیا نہیں ہوتا۔ ہمارا چھٹی چادر، والا خوں ہمیں کئی ایسے کام کرنے کی اجازت نہیں دیتا، جو جیت کے لیے ضروری ہوتے ہیں۔

چمپینین جیت کی خاطر کسی بھی حد تک جاسکتا ہے۔

اسے اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ دوسراے اس کے بارے میں کیا سوچیں گے۔

مارکیٹ کیا کہے گی۔ حریف اس کے ایکشن کو س طرح دیکھیں گے۔ وہ بس یہ یقین کرتا ہے کہ اس کے چھٹی چادر، اُتار کے ”لوئی، پہنے“ سے کوئی اخلاقی یا ذاتی اصول پامال نہیں ہو رہا ہو گا۔

جب آپ خوف و خدشات کی چادر اُتار کے، کر گزرنے والے، بے خوف انسان والی ”لوئی، پہن لیتے ہیں تو آپ کو کھل کے کھلنے سے کوئی چیز روک نہیں سکتی۔

شاہ حسینؒ کا وعدہ ہے کہ گولڈ میڈل چاہے کار و باری دنیا کا ہو یا ادبی دنیا کا، سائنس کا ہو یا فنون لطیفہ کا، ایکٹنگ کا ہو یا تاک شو کا، پینٹنگ کا ہو یا فوٹو گرافی کا، خدمتِ خلق کا ہو یا تعلیم کا،

یہ گولڈ میڈل اس کو ملے گا جو گھل کے کھیلے گا۔

جو خطرناک تجھ پر، ٹاپ ٹیم کے خلاف، بہترین بولروں کا سامنا کرتے ہوئے، مخالف ٹیم کی ہوم گراونڈ میں، جانبدار ایمپاٹر ز کی موجودگی میں، کراوڈ کی سپورٹ کے بغیر، ناموافق حالات میں سیپھری کر کے ٹیم کو جتوائے، اسی کو چھپنے میں کہتے ہیں۔ اس لیے کہ وہی گھل کے کھینے کے شاہ حسینؒ کے پیغام کی ایک چلتی پھرتی مثال ہے۔

آپ گھل کے کب کھینا شروع کریں گے؟

گھٹ گھٹ کے کھینا اور ڈرڈر کے جینا کب چھوڑیں گے؟

-40-

آپ کس کی ٹیم میں ہیں؟

لوک ایانے متین دیون، عاشقان مست ناں بھاوے ھو
مڑن مہال تنہا دا باھو، جہاں صاحب آپ بلاوے ھو
سلطان باھو: لاکف کوچ

شہزادی خاموشی سے محل سے نکلی۔ رات کی تار کی تھی۔ اس نے حلیہ بھی بدلا ہوا تھا۔ کسی کے
شہزادی کو پہچان جانے کا سوال ہی نہیں تھا۔

لیکن وزیریوہ میں تھا۔ اسے شک تھا کہ شہزادی ہر رات چکپے سے دوچار گھنٹے کے لیے
غائب ہو جاتی ہے۔ وہ جاننا چاہتا تھا کہ آخر چکر کیا ہے؟ لہذا وہ شہزادی کا پہچھا کرنے لگا۔
شہزادی شہر سے باہر دورو یا نے میں ایک مکان میں پہنچی۔

یہ وہ جگہ تھی جہاں گھبڑ کے مرض میں بیٹلا لوگ رہائش پزیر تھے۔ انھیں اچھوت سمجھ کر شہر سے نکال دیا گیا تھا۔ کوئی ان کا پُر سانِ حال نہیں تھا۔

شہزادی نے ایک ایک کر کے سب کے زخموں کو اپنے ہاتھوں سے ڈھوایا۔ ان سب کی مرہم پڑی کی۔ ان کو دل اسادیا۔ انھیں گلے لگایا۔ ان کے آنسو پوچھے۔

اس کے بعد شہزادی نے سب کے لیے کھانا تیار کیا۔ اپنے ہاتھوں سے سب کو کھلایا۔

وزیر چھپ کے ذرا فاصلے سے یہ سارا منظر دیکھتا رہا۔ شہزادی نے سب سے الوداعی ملاقات کی۔ کل دوبارہ آنے کا وعدہ کیا۔ ان سب کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے۔ سب شہزادی کی اس نیک دلی پر اس کے شکر گزار تھے۔ شہزادی نے بھیگی آنکھوں سے سب سے اجازت لی۔

شہزادی جیسے ہی باہر نکلی سامنے وزیر کھڑا ہوا تھا۔

وزیر موبانہ لجھے میں بولا ”شہزادی صاحبہ آپ کو یہ سب کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ آپ شہزادی ہیں اور یہ کھبڑ کے مریض۔ مجھے اگر کوئی اس ملک کی حکومت بھی پیش کرے تو میں یہ کام نہ کروں۔ کبھی ان اچھوت لوگوں کے قریب نہ جاؤں۔ کبھی ان کے گندے زخموں کو ہاتھ نہ لگاؤں۔“

شہزادی مسکراتی اور بولی ”مجھے اگر کوئی پوری دنیا کی حکومت بھی پیش کرے، تو اس سب کی لائچ میں بھی، کبھی یہ کام نہیں کروں گی۔ کیونکہ یہ کام تو میں صرف اپنے رب کے لیے کرتی ہوں۔“

جب آپ ایسے مشن کی راہ پر نکلتے ہیں جو خدا کی رضا کے قریب ہے تو وہ صرف آپ کا نہیں، خدا کا ذاتی کام بن جاتا ہے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کام میں آپ کا پروار دکار خود پاڑنے ہو وہ کام زک جائے۔

اپنے رب کے مشن پر نکلنے کا مطلب ہے کہ وہ آپ کو اپنی اس ٹیم میں شامل کر لے جسے اس نے اپنی مخلوق کی دعائیں اور انجائیں پوری کرنے کے لیے چون رکھا ہے۔

کیوں نہ آپ کسی ایسے مقصد کو چون لیں جو آپ کے رب کی خوشنودی کے قریب تر ہے۔ یہی ایک طریقہ ہے خدا سے بڑنے کا، اس کا قرب پانے کا۔ اس کے ساتھ ”مل“ کے ”کام کرنے“ کا۔

پھر کہیں رات کی تاریکی میں کوئی بندہ، سجدے میں پڑا، بے بُسی کی حالت میں، تنہائی اور بھوک سے لڑتا ہوا، خدا سے کھانے کی دعا کرتا ہے، تو وہ کسی شہزادی یا شہزادے کو اس کی حاجت پوری کرنے کے مشن پر بحیثیت دیتا ہے۔

یاد رکھیے! جب آپ اپنے رب کی تائید کے ساتھ کسی مشن کو پورا کرنے کا ذمہ لیتے ہیں تو وزیر صاحب کی طرح کے بڑے سمجھدار لوگ آپ کو مشن سے ہٹ جانے۔ ادھورا چھوڑ دینے کا مشورہ دیتے ہیں۔ آپ کا کام ان مشوروں کو نظر انداز کر کے اپنے مشن پر توجہ دینا ہے۔ ویسے بھی جنسیں وہ خود اپنی طرف بلا لے، اپنی ٹیم میں شامل کر لے ان کا مژنانا ممکن ہوتا

ہے۔

کیا آپ مخلوق کی دعاؤں کو پورا کرنے والی پروردگار کی ٹیم کا حصہ بننا چاہیں گے؟

-41-

خوشیوں کا تسلسل

جو چڑھیا اس ڈھینا اوڑک ، جو جمیا اس مرن
 کجھ وساد نہ ساہ آئے دا، مان کھیا فیر کرنا
 شاہ حسین[ؒ]: سکسیں کوچ

شاہ حسین[ؒ] کے اس فلم کو پڑھ کے میں تو ایک بارہل گیا۔ ہمیں لگتا ہے جیسے ہم نے
 ہمیشہ اسی دنیا میں رہنا ہے۔ ہر عروج کو زوال ہے۔ اگر ہم اس سچائی کو اپنے پلان کا حصہ بنالیں تو
 شائد ہماری سانسوں کی ڈورٹوٹنے کے بعد بھی ہمارا نشان باقی رہ جائے۔
 دنیا میں کوئی بھی ناقابل شکست نہیں۔ 555 میچ مسلسل جیتنے والے جہانگیر خاں کو بھی
 بالآخر ایک دن ہار کا ذائقہ چکھنا پڑا۔ کیوں نہ ہم اپنی جیت کے تسلسل کو قائم رکھنے کے لیے اپنی

سالسوں پر بھروسہ توڑ کر دوسروں کی سالسوں میں زندہ رہنے کا خواب دیکھیں۔ اپنے پیچھے اپنی کامیابی کی کہانیاں چھوڑنے کے ساتھ ساتھ اتنے سارے جہاگیر خان چھوڑ جائیں کہ ان کی جیت میں بھی دنیا کو ہم یاد رہ جائیں۔ ہر بار جب وہ ٹرانی اٹھائیں تو لگے جیسے ہم ہی نے ٹرانی جیت لی ہے۔ چونکہ فطرت کا اصول ہے کہ ہر سوار نے ایک دن گرنا ہے۔ تو بہت ضروری ہے کہ ہم اپنی سواری کے دنوں کو اچھی طرح پلان کریں، غور و تکبر سے دور رہیں۔ دنیا ہمارے گرنے کے بعد (جو کہ ایک کڑواچہ ہے) ہمارے ساتھ کیسا سلوک کرتی ہے اس کا تعلق اس بات سے ہے کہ سواری کے دنوں میں ہم دنیا کے ساتھ کیسا بتاؤ رکھتے ہیں۔

دھن جو بن دامن نہ کرئے، بہت سیانیاں چھلیاں
کہے حسین فقیر سائیں دا، کر لے گلاں بھلیاں

شah حسین: سکسیس کوچ

شah حسین اپنی ہی بات کی تائید میں ایک بار پھر فرمرا ہے ہیں کہ جو کچھ تمہارے پاس اختیار، دولت، عزت اور مقام و مرتبے کی صورت میں خدا کا عطا کردہ تخفہ موجود ہے اس پر زیادہ مان نہ کرنا۔

اگر کچھ کرنا ہے تو اس عزت، مقام اور اختیار کو استعمال کر کے کچھ ایسا کر جاؤ جس سے دوسروں کی زندگیوں میں آسانی آجائے۔ کچھ ایسے میٹھے بول بول جاؤ جن کی شرینی تمہارے جانے کے بعد بھی لوگوں کے کانوں میں رس گھولتی رہے۔

دوسروں کے کچھ اس طرح کام آ جاؤ کہ ان کے درد کم ہو جائیں۔ اگر تمہاری وجہ سے کسی کی دادرسی نہ ہوئی، کسی کا ٹوٹا دل نہ جڑتا، کسی کو انصاف نہ ملا، کسی کو راہنمائی نہ ملی، کسی کا مستقبل نہ سنوارا، کسی کا دکھ کم نہ ہوا، کسی کے چہرے پر مسکراہٹ نہ آئی تو اپنے جوبن پر تمہارا مان بے کار

بھر کس بات پر اتراتے ہو تم اگر خدا کی دی پوزیشن اور میے کو تم نے اُسی کی مخلوق کے
فائدے میں استعمال نہ کیا؟

جان لوک تھا رے پاس وقت بڑا کم ہے۔ جو کرنا ہے کرو کہیں ایسا نہ ہو:

آ سے آ سے عمر گزاری جھلے خار ہزاراں
مالی باغ نہ ویکھن دیندا آیاں جدou بھاراں
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

کئی ایسے بھی لوگ آپ نے آس پاس دیکھے ہوں گے جنہیں ان کی مشقتوں، تکلیفوں
اور قربانیوں کا اس دنیا میں پھل نہیں ملتا۔ وہ اس امید کے ساتھ محنت کرتے رہتے ہیں، کا نئے سہتے
رہتے ہیں کہ کل آنے والا دن ان کی امیدوں کو بر لائے گا، ان کی آرزوؤں کی تکمیل کا پیغام لائے
گا۔ لیکن ان کی دن رات کی انٹکھ مختنتوں کے بعد جب بھار آتی ہے تو وہ اپنے باغ میں اس بھار کا
نظر ارکرنے، اس سے لطف انداز ہونے کے لیے موجود ہی نہیں ہوتے۔

لیڈر کے دل میں خدا یہ بات ڈال دیتا ہے کہ وہ اس باغ کے بارے میں دُور کی
سوچے۔ وہ دُور بینی نظر سے آج کی بجائے اپنے گھر، ادارے، قبیلے اور معاشرے کے بارے میں
سوچتا ہے۔ وہ اس آس پر محنت کرتا جاتا ہے کہ آنے والی نسلیں اس باغ کے پھل سے مستفید ہوں
گی۔ وہ تصور میں مستقبل کے معماروں کو ان باغوں میں جھولے جھولتے، پھل کھاتے اور خوش
ہوتے ہوئے دیکھتا ہے۔

بڑے لیڈر اپنی ذات سے آگے کی سوچتے ہیں۔ میرے والدین کی طرح جنہوں نے
دن رات قربانیاں دیں، مشقتیں کیں، اذیتیں جھلیں۔ لیکن جب میری زندگی میں بھار آئی تو میرے

آنکن میں کھلنے والے ایک بھی پھول کی جھلک دیکھنی انہیں نصیب نہ ہوئی۔ ان کے خون پسینے سے لگائے ہوئے درختوں پر جب دنیا کے لذیز ترین پھل لگے تو وہ ایک بھی پھل چکھنہ سکے۔ یہ سب اس پروردگار کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن آپ کا اور میرا کام اپنے حصے کا کام کرنا ہے۔ مجھے یقین ہے، بلکہ میرا ایمان ہے کہ میرے والدین آج خوشیوں کی معراج پہ ہوں گے۔ کیونکہ ان کی دور بینی آنکھ نے باغ کا جلوشہ دیکھا تھا اور جس خواب کو سچ کر دکھانے کے لیے انہوں نے انتہک محنت کی تھی، ان کے ہاتھوں نے جس باغ کی بنیادیں سنبھیں اور اس کی پوری ذمہ داری سے، دل و جان سے آبیاری کی۔ آج وہ باغ خواب سے حقیقت بن کے انھیں خراج عقیدت پیش کر رہا ہے۔ میرے والدین خوش ہوں گے کہ ان کی کوششوں کا شمران کی الگی نسل تک پہنچ گیا۔ جو مسکراہٹ وہ ہمارے چہروں پر دیکھنا چاہتے تھے، خدا نے وہ ہماری آنکھوں میں سجادی۔ اپنی آنے والی نسلوں کی آنکھوں میں یہی مسکراہٹ منتقل کرنے کے لیے آپ آج کیا کر رہے ہیں؟

رحمت دا مینہ پا خدا یا باغ سُکا کر ہریا
بوٹا آس امید میری دا کر دے ہریا بھریا
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

-42-

خدا کے سپرد

دیکھ فریدا جو تھیا ، سکر ہوئی وس
سامیں باجھوں آپنے، ویدن کہیئے کس؟

بابا فریدؒ: مینجنٹ گرو

مجھے کبھی نہیں بھولتا جب میں چند روپوں کی خاطر میلوں پیدل چلتا تھا۔ رات کہاں گزارنی ہے؟، کا سوال سر شام ہی مجھے کانے لگتا تھا۔ بے سرو ساماں تھی۔ سارا دن نوکری کے لیے دھکے کھانے کے بعد، خالی پیٹ، کسی دور کے دوست کے پاس ٹھکانہ ڈھونڈتا تھا۔ پورے دن کی ناکامیاں میرا منہ چڑھتی تھیں۔ چند روپے بچانے کے لیے بارش کے پانیوں اور کچھڑی میں پیدل پھرتا تھا۔ لوگوں کی تیکھی نگاہیں میرا دل چیر دیتیں تھیں۔ نفرت انگیز رویے، لخراش تقیدیں،

حوالہ شکن لجھ مجھے ملیا میٹ کر دیتے۔ لیکن کمال صبر سے میں ساری تزلیلیں، ساری نفرتیں، ساری بدسلوکیاں دن بھر جمع کرتا رہتا۔

رات کو صبر کا دامن میرے ہاتھ سے چھوٹ جاتا۔ دل چاہتا چینیں مار مار کے اونچی اونچی روؤں۔ کسی کے ہاں مفت کا، زبردستی کا مہمان جو بناء ہوتا تھا۔ اس لیے دل کھول کے روپھی نہیں سکتا تھا۔

تب بابا فرید کا یہ شعر میرے ہاتھ لگ گیا۔ اس شعر کا مفہوم اور میری اس وقت کی زندگی ایک ہی سلکے کے دورخ تھے۔ میں اس شعر کی چلتی پھرتی تصویر تھا۔ ”مجھ پر جو گزر رہی تھی وہ شکر پہ گزرتی تو وہ زہر بن جاتی“۔ لیکن بابا فرید کی دوسری بات میرے دل پہ زیادہ ہی اثر کر گئی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اپنے دکھسوائے اپنے ”سامیں“ کے کسی اور کوئی بتابوں گا۔

میں دن بھر سارے دکھ ضبط کرتا رہتا۔ رات کو اپنے رب کی بارگاہ میں ضبط کے سارے بندوقڑ دیتا۔ اس کے سامنے روتا، گڑکڑاتا۔ پھر الحمد للہ اس نے میری دعاوں کو سن لیا۔ میری زندگی بدل ڈالی۔ بالکل ویسی بنادی جیسی میں چاہتا تھا۔

مجھے سمجھ آگئی تھی کہ ان لوگوں سے کیا مانگنا جو خود اسی کی بارگاہ میں بھکاری بن کے کھڑے ہیں۔ ایک محتاج کے دوسرا محتاج سے سوال کرنے کی کیا تگ؟
میں نے اپنی آرزوؤں، امیدوں اور خوابوں کا رُخ ”اس“ کی طرف پھیر دیا۔ اور پر سے میری ڈھارس بندھانے آن پنچھے میرے گرومیاں محمد بخش:

میں انہاے تے تلکن رستہ کیونکر رہے سنبھالا
دھکن دیون والے بوئے توں ہتھ پکڑن والا
میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

جس رستے پر میں چل نکلا تھا، ظاہر ہے کھٹھن تھا۔ کارپوریٹ ٹریننگ اور موٹی ویشنل سپیلنگ کا آج سے پندرہ سال پہلے کوئی خاص وجود نہیں تھا۔ میری بے سر و سامانی اور بہت سارے بوجھ مجھے آگے بڑھنے سے روک رہے تھے۔ عشق کی جس راہ پر میں گام زمان تھا اس کے رستوں سے مجھے کوئی خاص آشنائی بھی نہ تھی۔

بُرنس کی دنیا سے واقفیت کے معاملے میں میں تقریباً اندھا تھا۔ مجھے دن میں بیسیوں بار بیسیوں لوگ میرے اندھا ہونے کا احساس دلاتے تھے۔ اور احساس بھی یوں دلاتے تھے کہ خون رُلاتے تھے۔

میں نے جب طے کیا کہ ”تو“ ہی ہاتھ پکڑنے والا ہے۔ اور تیرے سوا کسی کا ہاتھ نہیں پکڑوں گا تو پھر ”اُس“ نے ہاتھ تھاما۔ ایسا تھاما کہ میرے سوچ سے بھی اوپنجی بلند یوں پر پہنچا دیا۔

تہاں نوں غم کیا سائیں جہیاں دے ول
اک پل بجن جدا نہ تھیوے، بیٹھا اندر مل
شاہ حسین[ؒ]: سکسیس کوچ

خدا کی رضا کے لیے جب آپ اس کی راہ میں نکلتے ہیں تو وہ آپ کو سمجھی رنج والم سے دور لے جاتا ہے۔

جب آپ کو پتہ چل جائے کہ خدا آپ کی سائیڈ پر ہے تو پھر کس چیز کا غم؟ جب آپ خود کو اس کے کاموں میں لگادیتے ہیں، اجر کی پرواہ نہیں کرتے، نیت خالص رکھتے ہیں۔ اور اس کی دی ہوئی بہترین طاقتوں کو اسی کے نام کو سر بلند کرنے کے لیے وقف کر دیتے ہیں تو وہ اپنے کام کی نگرانی کے لیے آپ ہی کے اندر بیٹھ جاتا ہے۔

اگر آپ کے ہاتھوں سے مخلوق خدا کے لیے کوئی اچھا کام سرزد ہو رہا ہے تو سمجھ جائیں یہ

آپ کے اندر ”اُس“ کی موجودگی کی علامت ہے۔

جب تک اس کا کام کرتے رہیں گے، وہ کہیں نہیں جائے گا۔

آپ کو پریشانی ہے کہ لوگ آپ سے جیلیں ہو رہے ہیں؟ آپ کا برا چاہتے ہیں؟

آپ کو نیچا دھانا چاہتے ہیں؟ آپ کی عزت خاک میں ملا دینا چاہتے ہیں؟ آپ کو کم تر ثابت کرنے کی آرزو رکھتے ہیں؟ آپ کی بربادی کی دعائیں مانگتے ہیں؟

اب آپ کو کیا کرنا چاہیے؟

اگر سارا زمانہ بھی دشمن ہو جائے، اگر سب بھی آپ کا برا چاہنے لگیں تو بھی ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس اس کا بھی منتر ہے جو صوفی گروز کے ذریعے میرے ہاتھ لگا ہے۔

تیری اوٹ پناہ خدا یا ہور نہیں کجھ سُجدہ

جس دیویں نوں آپوں بالیں کد کے تھیں نہیں سُجدہ

میاں محمد بخش: ریلیشن شپ گرو

سارے زمانوں کی پھونکیں، ہوائیں، یعنی، آندھیاں مل کے بھی اس دیئے کی روشنی کو
کم نہیں کر سکتیں جسے خود مالک جلانے رکھنا چاہے۔

تو کیوں نہ ہم اپنی ساری دعاویں، الجاؤں کا محور اسی کو بنالیں؟ کیوں نہ پھر اپنے ہر کام میں اسی سے رجوع کریں، اسی سے مدد مانگیں؟ میرا بس یہاں ایک چھوٹا سا نظر ہے۔ وہ تبھی آپ کو بچائے گا جب آپ کے کاموں اور اس کے کاموں میں ہم آہنگی ہو گی۔

اپنی رحمت کی بدولت وہ کسی بھی لمحے، کسی بھی جگہ آپ کی مدد کو آن پہنچ گا۔ چاہے آپ اس کا کام کر رہے ہوں یا اپنا۔ لیکن یہ مدد کبھی کبھار کی مدد ہو گی۔ رشتہ پکانیں ہو گا۔ لیکن جیسے ہی اس کے کاموں کو آپ اپنا کام سمجھ کر کرنا شروع کرتے ہیں، وہ آن بیٹھتا ہے۔ پھر وہ وقت دیتا

ہے۔ گرانی کرتا ہے۔ رکاوٹیں دور کرتا ہے۔ کام سلچھاتا ہے۔ اور بُری نظروں سے، حاسدوں کے حسد سے اور چالبازوں کی چالوں سے آپ کو اپنی پناہ میں رکھتا ہے۔

آپ کا کام صرف اپنی بہترین کوشش کرنا ہے۔ اس کے کام پر توجہ دینا ہے۔ ہر چیز بھلا کر اس کی راہ میں پھی اور خالص جتو کرنی ہے۔ نتائج آپ کے ہاتھ میں نہیں، صرف اس کے ہاتھ میں ہیں۔ بقول میاں محمد بخشؒ:

مالي دا کم پاني دينا ، بھر بھر مشکاں پاوے
مالک دا کم پھل پھل لانا ، لاوے یانہ لاوے
میاں محمد بخشؒ: ریلیشن شپ گرو

صوفیوں کا تعارف

بابا فریدؒ:

فرید الدین مسعود 584 ھجری میں ملتان کے پاس ایک گاؤں کوٹھیوال میں پیدا ہوئے۔ بابا نے اپنی ابتدائی تعلیم مسلم ایجوکیشن کے مرکز، ملتان سے حاصل کی، جہاں ان کی ملاقات نامور صوفی بزرگ قطب دین بختیار کا کیوں سے ہوئی۔ تعلیم مکمل کر کے بابا فریدؒ اپنے روحانی استاد حضرت قطب دین بختیار کا کیوں کے پاس دہلی چلے گئے۔ جہاں انہوں نے اپنے صوفی سفر کا آغاز کیا۔ ان کی موثر شاعری نے دنیا بھر کے لوگوں کو سال ہا سال ان کا گرویدہ بنائے رکھا ہے۔

شاہ حسینؒ:

شاہ حسینؒ پنجابی صوفی شاعر تھے جن کو صوفی بزرگ، کا درجہ حاصل ہے۔ وہ 1538 میں لاہور میں پیدا ہوئے۔ ان کو کافی، کا موجد بھی کہا جاتا ہے۔ شاہ حسین ایک انتہائی عاجز انسان تھے۔ اس لیئے ان کے چاہئے والے ان کو شاہ فقیر کہتے تھے۔ شاہ حسینؒ کا مزار باغبان پورہ، لاہور میں واقع ہے، جہاں ہر سال ان کے عرس کے موقع پر میلہ چراغاں ہوتا ہے۔

وارث شاہؒ:

وارث شاہ 1722 میں پنجاب میں پیدا ہوئے۔ وہ پنجابی صوفی شاعر تھے۔ ان کی تخلیق ہیرا بجھا، انتہائی مشہور ہوئی۔ وارث شاہؒ نے کم عمری سے ہی اپنے آپ کو حافظ غلام مرتضی کا شاگرد گردان لیا تھا۔ انہوں نے اپنی ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کی۔ اس کے بعد اپنی وفات تک 'ملکہ نہس' نام کے ایک گاؤں میں رہے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے گھر کے سامنے کی مسجد ان

کے نام سے منسوب کر دی گئی۔

بابا بلھے شاہ:

بابا بلھے شاہ⁷ 1680 میں پنجاب میں پیدا ہوئے۔ وہ مشہور پنجابی صوفی شاعر، فلاسفہ اور محسن انسانیت تھے۔ انہوں نے اپنی روحانی صلاحیتیں اپنے مرشد حضرت شاہ عنایت قادری کے سامنے میں تراشیں۔ وہ اپنے محبوبات کی وجہ سے بہت مشہور ہوئے ان کی زندگی کا مقصد دوسرا سے انسانوں کی مدد کرنا، دردمندوں کی دل جوئی کرنا، ضرورتمندوں کے کام آنا تھا۔ ان کا مزار قصور میں ہے۔

سلطان باھوُّ:

سلطان باھوُ⁸ 1630 میں پنجاب میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک بہت معروف صوفی شاعر اور سکالر تھے۔ انہوں نے 'صوفی ازم' پر فارسی میں 40 سے زائد کتابیں لکھیں لیکن ان کی پنجابی شاعری کی کتب نے ان کو زیادہ شہرت دلائی۔ انہوں نے اپنی کتب میں حضرت عبدالقادر جیلانی کو اپنے روحانی استاد کے طور پر متعارف کرایا ہے۔

میاں محمد بخش:

میاں محمد بخش⁹ 1830 میں میرپور، آزاد کشمیر کے پاس ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ وہ ایک معروف صوفی بزرگ اور پنجابی ہندو شاعر تھے۔ ان کی شاعری کی کتاب 'سیفِ املوک'، اور نثر کی کتاب 'مرزا صاحبان' بہت مقبول ہوئیں۔ میاں محمد بخش کا تعلق ایک مذہبی گھرانے سے تھا۔ 15 سال کی عمر میں ان کے والد اپنی وفات سے پہلے ان کو اپنے صوفی سلسے میں اگلا گدی نشین بنانے۔

مصنف کا تعارف

تَسْ تَسْ جِنِي قدر نه میری صاحب نوں وڈیاں
میں گلیاں دا روڑہ گوڑہ محل چڑھایا سایاں
میاں محمد بخش[ؒ]: لیدر شپ گرو



Possibilities® ایک معروف میجنت ڈولپمنٹ اینڈ کنسلٹنگ کمپنی ہے جو پاکستان سمیت دنیا بھر کی تین سو سے زائد کمپنیوں کو ٹائم بلڈنگ، لیڈرشپ، ایگزیکیوٹو کوچنگ اور چنچ میجنت سکھاتی ہے۔ ہمارے چند اہم کائنٹس میں ٹوٹل، کوکولا، ورلڈ بینک، یوایس ایکسپریس، برٹش پرولیم، اینگرڈ، شلمبر جر، پارکٹر اینڈ گیمبل، موٹورولا، اور میکس، اوایم وی، ٹیلی نار، الیف ایم سی، 13 ایم، جیلیٹ، یونیورس، بینک الفلاح اور ٹویٹا شامل ہیں۔

سرورمز:

- میجنت ٹریننگ
- سرفیکشن پروگرامز
- آوت ڈورا یجوکیشن
- ہیومن ریسورس سرومرز
- ایگزیکیوٹیو کیشن
- فن ڈیز (کانفرنس، ااوے ڈیز، ری ٹریڈیں)
- کی نوٹ سپلائنگ
- ایگزیکیوٹیو فیشنل کوچنگ
- کنسلٹنگ

مزید تفصیلات جانے کیلئے ہماری ویب سائٹ دیکھئے



پاکستان کی پہلی پبلنگ کمپنی ہے جو POSSIBILITIES PUBLICATIONS[®] بزرگ، کامیابی، مینجمنٹ اور پروفیشنل ڈولپمنٹ کے موضوعات پر تحقیق پر بنی کتابیں چھاپتی ہے۔ کتابوں کے علاوہ ہم لیڈر شپ اور پرنسنل ڈولپمنٹ پر آڈیوبکس اور ویڈیو پروگرام بھی تخلیق کرتے ہیں۔

POSSIBILITIES PUBLICATIONS سے حاصل ہونے والی آمدنی کا ایک مخصوص حصہ غریب، مستحق اور باصلاحیت بچوں کو تعلیمی و نمائشی، کتابیں، یونیفارم اور سکول بیگ وغیرہ مہیا کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔ ہماری کتابیں زیادہ تعداد میں خرید کر مستحق بچوں کی زندگی بد لئے کیلئے رابطہ کیجئے۔

Possibilities Publications[®]
134-G، ماؤنٹ ناؤن، لاہور پاکستان
PH: +92 42 35917122, +92 42 35917233
Cell: +92 300 8082966
info@ppublications.com
www.ppublications.com



ذریعے بہتر بنانے کیلئے بنائی گئی ہے۔ فاؤنڈیشن کا مقصد معاشرے کے محروم ترین طبقوں کے اندر کامیابی، خوشحالی اور ترقی کی راہ ہموار کرنا ہے۔

پرائیویٹ:

Education Support Program •

Possibilities Schools •

Education Emergency Fund •

POSSIBILITIES FOUNDATION[®]

134-G، ماؤنٹ ٹاؤن، لاہور پاکستان

PH: +92 42 35917122, +92 42 35917233

Cell: +92 300 8082966

info@pf.org.pk, [www\(pf.org.pk](http://www(pf.org.pk)



نوجوان نسل میں لیڈر شپ، ٹیم ورک اور تخلیقی صلاحیت کو فروغ دینے کیلئے 'یوچھ سٹوڈیو'

ہر سال نوجوانوں کو سیکھنے اور آگے بڑھنے کیلئے بہت سے موقع فراہم کرتا ہے۔

"میں، عشق اور وہ" کے پیغام کو پاکستان کے ہر فرد خصوصاً نوجوانوں تک پہنچانا قیصر عباس کا مشن ہے۔

اسی مقصد کو پورا کرنے کیلئے وہ مختلف تعلیمی اداروں اور سماجی تنظیموں کے ساتھ مل کر "میں، عشق اور وہ"

کے موضوع پر اب تک سینکڑوں سیمینار کر چکے ہیں۔ ان سیمینارز میں نوجوانوں کو خود اعتمادی، عزتِ

نفس، کردار سازی، کیریئر، پلانگ اور پیشہ و رانہ کامیابی کی ٹریننگ دی جاتی ہے۔

'یوچھ سٹوڈیو' میں شامل ہونے اور سال بھر کے پروگراموں کے بارے میں جاننے کے

لیے رابطہ کجھے۔

YOUTH STUDIO[®]

134-G، ماؤنٹ ٹاؤن، لاہور پاکستان

PH: +92 42 35917122, +92 42 35917233

info@youthstudio.net

youthstudio.net



ایک مشن ہے جو ایک تحریک بناتا جا رہا ہے۔ قیصر عباس کا خواب ہے کہ پاکستان کے ایک لاکھ مردم بچوں کو ان کی زندگی کی بہلی سائیکل تھنے کے طور پر، لیکن ایک بڑے اچھوتے انداز میں، عزت سے پیش کی جائے۔

My First Bike سروس لرنگ کے تصور پر بنی ہے جس کا مقصد معاشرے کی بہتری میں حصہ ڈالنا ہے اور ساتھ ساتھ ہنروں کو بھی کھولنا ہے، سوچ کے نئے زاویے بھی دکھانے ہیں۔ کردار کھانے کی نئی راہیں بھی ہموار کرنی ہیں۔

ایک بچہ صرف یہاں سے سائیکل کا تھنڈے کے نہیں جاتا بلکہ اسکے مخصوص ذہن میں ہم بچپن ہی سے ٹیم ورک کا نجی بودیتے ہیں۔ وہ اس پروگرام میں سیکھتا ہے کہ کوئی بھی بڑا کام دوسروں کی سپورٹ اور تعاون کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ ہمارے پروگرام میں عام لوگ، سول سوسائٹی، سٹوڈنٹس، پروفیشنلز، کار پوریٹ ایگزیکیوٹس، یوچلینڈ رز اور مشہور و معروف شخصیات شامل ہوتی ہیں۔ یہ سب لوگ بچوں، ان کے والدین اور ٹیچرز کے ساتھ مل کے ایک ٹیم بن کے ان کی سائیکلیں خودا پنہا تھوں سے جوڑتے ہیں۔ اس پر اس میں یہ سب لوگ آپس میں جڑ جاتے ہیں۔

آخر میں بچوں کے چہروں پر اپنی پہلی سائیکل کو پالینے پر جو مسکراہٹ آتی ہے، وہ شکار کے لئے سب سے بڑی کامیابی ہوتی ہے۔ پروگرام میں شامل بچے اور شرکاء نہ صرف لیڈر شپ اور ٹیم ورک کے تینی راز سیکھ کے جاتے ہیں بلکہ بچوں کی آنکھوں کی چک دیکھ کر ان کے دل میں ایک اطمینان کا احساس بھی جا گتا ہے۔

میں حصہ لینے کے لئے اور ہمارا پروگرام اپنے شہر میں منعقد کرانے کے لئے رابطہ

کیجئے۔

پرائیویٹ کوچنگ

اپنی ذاتی اور پیشہ ورانہ زندگی میں کامیابیوں کے نئے آسمان چھونے کیلئے آپ قیصر عباس کے 'کوچنگ سسٹم' سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ اب تک ہزاروں لوگ اس 'کوچنگ سسٹم' میں شامل ہو کر اپنی کایا بلٹ چکے ہیں۔ قیصر کھلیل، شوبز، بنس، سائنس اور میڈیا کے شعبوں سمیت بہت سے سپر اسٹارز کے ساتھ بطور پرنسپل کوچ، کام کرتے ہیں۔

قیصر عباس کے ساتھوں ٹاؤن کوچنگ سیشن بک کرنے کیلئے رابطہ بھجنے۔

Possibilities[®] (Pvt)Ltd.
134-G، ماڈل ٹاؤن، لاہور پاکستان

PH: +92 42 35917122, +92 42 35917233

Cell: 0321-4333387

info@possibilities.net.pk
www.possibilities.net.pk

شکر یہ

سید جواد حسین سمشی جن کی زندگی کی جیتی جاتی مثالوں سے مجھے صوفی وزڈم کو عملہ دیکھنے اور سمجھنے کا موقع ملا۔

سید اسماعیل بخاری جن کے ہاتھوں مجھے پہلی بار بابا فرید گی کتاب ملی۔

ڈاکٹر مسلم حسین شاہ جن کی وجہ سے صوفیوں کے ساتھ میرے عشق کا آغاز ہوا۔

مسعود علی خان جنہوں نے مجھے ”فوك وزڈم“ کی کتاب لکھنے کیلئے انسپائر کیا اور میرے خیالات کو ایک نئی اڑان دی۔

ڈاکٹر صداقت علی جنہوں نے ”فوك وزڈم“ کے وہ پہلو میرے لئے اجاگر کئے جن کی طرف میرا دھیان کھی نہ جاتا۔

عارف ذوالقرنین، بسطیں رضا، احسن خان، عامر چوہان، محمد جنید، فارقیط اقبال، طاہرہ خنک، راحیل وقار، ایوب غوری، قاسم ظہیر، ناصر چوہدری، احمد نعمان انیس، ارسلان خان، سمرہ عدنان، سعدیہ احسن، سین ضیاء، فیصل ہاشمی، سائزہ خان، عبدالستار بابر، قاضی کاظم علی، فیضان احمد، سعد راشد، ڈاکٹر سطوت حسین، انجمن انیس انصاری، حبیب واحدی، واصف مظہر، عثمان عابد، مرتضی سجافی، ریحان اللہ والا، عارف انصاری، راشد ترابی، عثمان علی شاہ اور اظفر احسن جنہوں نے کتاب کا نام اور ٹیک لائنز منتخب کرنے میں گراں قدر تجویز پیش کیں۔

نسیم ظفر اقبال جنہوں نے میرے ”فوك وزڈم“ پر تحقیق کے آئینہ یے کوسرا ہا، میں الحق جنہوں نے ”فوك وزڈم“ پر میری پہلی ٹریننگ ڈیزائن کرنے میں نہایت قیمتی مشورے دیئے اور سید محمد نوید جنہوں نے پہلی ”فوك وزڈم“ کی ٹریننگ کو پلان کرنے میں انھک منہت کی۔

آخر مونا جنھوں نے ہماری پہلی آٹھ ڈور فوک وزڈم کی ورکشاپ کی شاندار میزبانی کی۔

عارف انیس جنھوں نے 'فوک وزڈم' پر میرے خیالات کو سُٹر کچر دینے میں بے لوث مدد کی۔

بختیار خواجہ، وقار خادم، اظہر بخاری، شنیلا علی، اعظم ملک، الطاف حسین اور سید ذوق فقار علی جنھوں نے میری صوفی وزڈم میں دلچسپی کی حوصلہ افزائی کی۔

بر گیڈ یئر تیمور افضل خان جن کی راہنمائی میں مجھے صوفی وزڈم کو سمجھنے کا موقع ملا۔

عمر مسعود جنھوں نے اپنی کمپنی، کوہ نور انرجی، میں میری پہلی فوک وزڈم کی کسٹمہ تزوڑ ٹریننگ ارٹنچ کی۔

سید رسول علی شاہ جنھوں نے اپنا لیپ ٹاپ میری پہلی فوک وزڈم ٹریننگ کے لیے مجھے ادھار دیا۔

مسعود میاں جنھوں نے مسوڈے کی ٹائپنگ میں دن رات ایک کر دیا۔ ان کی کوشش کے بغیر کتاب کبھی وقت پہ مکمل نہ ہو پاتی۔

شار علی گوہر جنھوں نے میرے اندر 15 سال سے دبی اس کتاب کو باہر نکلنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

ناصر طارق جن کی انتظامی سپورٹ کی بدولت میں کتاب لکھنے میں کامیاب ہوا۔ جو یہ ندیم، محمد فہیم، ارومہ فخر، جابر حسین، کامران قریشی، خاقان خان مغلول، سائزہ فضل، زاہرہ عباس، گلی زہرہ، ڈاکٹر کامران فضل، احسن چوہدری اور معاذ زیری جنھوں نے مختلف مراحل پر اپنے قیمتی مشوروں سے کتاب میں جان ڈال دی۔

میرے ڈرائیور شکلیل کا شکریہ جس کے ساتھ گاڑی میں سفر کرتے ہوئے میں نے اس کتاب کے کئی صفحے لکھے۔

سیدہ کنزہ اثر کا شکریہ جنھوں نے کتاب کو ترتیب دینے میں اہم کردار ادا کیا۔ کنزہ نے جس محنت اور محبت سے اس کتاب کو مکمل کرنے کا مشکل فریضہ نبھایا میں تھہ دل سے ان کا شکر گزار

ہوں۔

ان ہزاروں دوستوں کا شکریہ جنہوں نے سو شل میڈیا پر اس کتاب کے ٹائٹل کے بارے میں اپنی قیمتی تجویز دیں۔ کاش میرا پبلشر مجھے آپ تمام لوگوں کا فرد فرد نام لکھنے کی اجازت دے دیتا۔ میں دل سے آپ کے مشوروں کی قدر کرتا ہوں۔

میری بیوی راشدہ عباس کا خاص شکریہ، کہ یہ کتاب لکھنے میں جو زیادہ تر وقت لگا وہ دراصل اسی کا تھا۔ راشدہ مجھے گھر میں لکھنے کے لیے سازگار ماحول مہیا نہ کرتی، تو میں کبھی اس پائے کی کتاب نہ لکھ پاتا۔

میرے بیٹے حسین کا شکریہ، جس نے جب جب کتاب لکھتے ہوئے میرے ہاتھ سے قلم لے کے، کاغذ پر آڑھی ترچھی لکیریں لگائیں، تب تب میرے خیالات اور سوچ کوئی تو اندازی، نئے زاویے اور نئی اڑان ملی۔

میرے پیارے دوست اور پاکستان کے نامور کارٹونسٹ متین حمزہ کا شکریہ جنہوں نے چوبیں گھنٹے سے بھی کم وقت میں شاہ کار کار ٹوں تخلیق کر کے میری کتاب کو چار چاند لگا دیئے۔ اور آخر میں بے انتہا شکریہ ڈاکٹر کامران فضل اور کولاج کی پوری ٹیم خصوصاً سائزہ فضل کا جنمہوں نے اس کتاب کی مارکیٹنگ کو اس مقام تک پہنچا دیا جہاں کبھی کسی کتاب کو پہنچنے نہیں دیکھا گیا ہو گا۔

لے او یار حوالے رب دے، خیریں خیریں جائیں
نه وس تیرے، نہ وس میرے، میل کراندا سائیں
میاں محمد بخش[ؒ]: لیدر شپ گرو